

UNIVERSAL  
LIBRARY

OU\_232249

UNIVERSAL  
LIBRARY







هو اول الخيرات و اخرها خير و من كان في

عقد ذلوا و لنا الله خير ولا يحق

له حمد

—:—

کتاب الاجواب معدن فضائل و مخزن کمالات مفاتيح الالغاز

# شکشاخ شرح سنن ابن

—:—

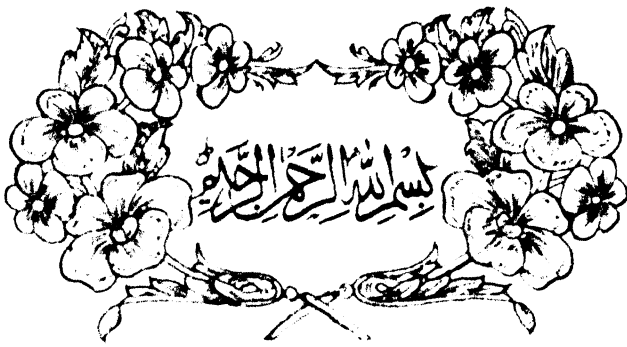
سر جنبه عارف کمال و اصل سر حلقه ال دل مولانا ابوالفضل اولانا  
مولوی حاجی محمد عبدالعزیز صاحب قادری شافعی خلیط شیخ حضرت  
یدشاه عمر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۱۳۳۳ھ

مطبعہ دار الفکر لاہور پاکستان

1952

CHECKED. 1951



الحمد لله الحكيم المحمود والصلوة والبركات والسلام على

سَيِّدِنَا وَشَفِيعِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمِنْ جُحُودِ

وَعَلَى خَوْلَتِهِ ابْنَيْهِ السَّائِمِينَ وَالْوَحْيَاءِ أُولِي الْأَرْحَامِ الْمُؤْمِنِينَ

وَعَلَى أَهْلِ الْبَيْتِ الطَّاهِرِينَ خُصُّوا عَلَى وَدَّهِ السَّيِّدِ أَسِيدِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ

أَخِيَّيْنِي مَهْ بَنِي سَائِلِ الْأُمَّةِ الْمُهَيَّيْنِ وَعَلَى الْمُجْتَمِعِينَ

رَبِّ الْعَالَمِينَ عَزَّ وَجَلَّ الشَّيْخِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْجَيْدَانِيِّ وَعَلَى

جَمِيعَةِ الصَّالِحِينَ وَالشُّهَدَاءِ الْأَوْلِيَاءِ وَالصَّالِحِينَ الَّذِينَ

اما بعد فقیر فقیر پر تصنیف بندہ باخیر معتر از شعور و تمیز  
 محمد عبد العزیز قاورخی (ابن المردوم المغفور غلام محمد) شافعی کان اللہ لہ  
 واحسن احوالہ و عاقبتہ مرید و خلیفہ عارف کامل اصل حق حضرت سید شاہ  
 محمد عمر الحسینی القادری الحسینی النقشبندی الرفاعی الخنبلی الحیدر آبادی  
 قدس اللہ سرہ العزیز عرض پر وارے کہ خواص بحر معرفت و محبت  
 و آفت روز سبک و طریقت نجوم الملت و الدین سعد الدین محمود  
 شہسروی التیغی قدس سرہ نے سن ۱۳۱۱ھ سات سو ستتر ہجری  
 بجواب سوالات حقایق آگاہ معارف و سنگاہ امیر حسین خراسانی  
 مرید و خلیفہ حضرت شیخ بہاء الدین ذکر یا ملانی (کہ خلیفہ حضرت  
 شیخ شہاب الدین تبریزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے تھے) ایک  
 مختصر رسالہ منظومہ سہمی بہ شرح گلشن راز زبان فارسی میں تصنیف فرمایا  
 جس کے مطالعہ سے واضح ہو گا کہ اس میں کس خوبی سے ارباب  
 ذوق کے لئے حقایق و نکات بیان کئے گئے ہیں کہ وقت مطالعہ  
 دیدہ نمناک اور دل رنگ آلود پاک و صاف ہو جاتا ہے۔ آہ  
 سرور پروردگاری ہے یہ پیغمبر سے ایک دوست سراسر مغربے پوست۔  
 سالک طریق ہدایت و سالکین تمام محبت نے فرمائش کی اور اصرار  
 بے شمار فرمایا کہ تو شرح گلشن راز کا ترجمہ زبان اردو کر دے۔ لیکن  
 فقیر بسبب اپنی قلت بضاعت کے جہد راس امر بہتم بالشان  
 و اظہار اسرار غامضہ میں اقدام کرنے سے تامل کرنا تھا اسی قدر

استبداد و اصرار و دستِ صمبی بڑھتا جاتا تھا۔ بالآخر استجازہ و  
استخارہ پر مجبور ہوا۔ ملہم الصواب سے اجازت با بشارت ہوئی  
تکلف نامکن تھا۔ باز یاد مضامین متعلقہ ترجمہ لکھنا شروع کیا جسطرح  
کہ صفحہ (۵۷) سطر (۱۱) غزنیہ الآخرۃ مطبوعہ قاسم پریس مورخہ  
۵ اربشبان المعظم ۱۳۲۶ھ اور صفحہ (۱۴) سطر (۷) لمعات معرفت میں  
تذکرہ کیا گیا ہے ترجمہ مذکورہ کو پیر جو ان مرشد کامل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ  
نے نہایت پسند اور جلد تکمیل کرنے کیلئے امر فرمایا تھا۔ بوجہ عدیم القستی  
از کثرت کارہائے سرکاری و عیالات پر ملالت مزاج یا یوں سمجھنا چاہئے  
کہ فقیر کے تقدیر میں اسقدر حصہ لکھا تھا صرف (۱۸۶) آیات کی  
شرح و ترجمہ سے زائد نہیں لکھی گئی تھی کہ ذمہ دہ بہر طریقت کا وصال  
ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔ فقیر کے دل و دماغ پر وہ صدمہ  
پہنچا ہے کہ الامان۔ افسوس ہے کہ اب فقیر کا دماغ تکمیل ترجمہ کے  
بارگراں کا متحمل نہ رہا۔ اور طبیعت یہ بھی نہیں چاہتی کہ یہ گنجینہ اسرار  
یوں ہی بیکار و کرم خوردہ ہو جائے لہذا بموجب وعدہ مندرجہ  
صفحہ (۱۴۹) و (۱۵۰) مقالات الطریقت مطبوعہ ۶ رجب المرجب ۱۳۳۱ھ  
آیات کا ترجمہ مع مضامین شرحیہ پیش کش از باب بصیرت ہے  
اور باقی آیات مجنبہ (اس خیال سے کہ اصل رسالہ منظومہ کی اشاعت  
ہو اور اس امید سے کہ شاید کوئی بندہ خدا اس کی تکمیل و تشریح فرمادے  
درج ذیل ہیں۔



اہل فقر کی غرض و غایت یہی ہوتی ہے کہ بقدر اپنی  
استعداد کے احوال و مکاشفات سے اس طائفہ کے طالبانِ راہ  
علیہ محفوظ ہوں۔ جو کچھ انہوں نے سنا ہے بصیرت سے مشاہدہ  
کر لیں کیفیت وجدانی کو تعلیم و تعلمت پانا ممکن نہیں۔ ع

کس لذت میں بادہ چہ واند کہ نخور وہ است۔

التحاریر مزید کرم نظم و نثر مضمون مندرجہ نسخہ مذکور کو پھر حضرات  
ذہنیہ و اہل علم باطن کے کہ سواد و بے استعداد بلا استدراج کا دل کے  
مطالعہ کریں ورنہ بجائے نفع کو کثیر کے نقصان عظیم متصور ہے۔

اس وحدۃ الوجود کے منکر و نصیحت مشفقانہ میں تیز حاصل کرو کہ  
مسئلہ وحدۃ الوجود برحق و مسائل دینیہ میں اہم مسئلہ ہے ہر شخص کا  
اور اک اس کے فہم سے مقصود ہے اس لئے چاہتے کہ **لَا تَسْمَعُنَا هَذَا**  
**فِي الْمَلَةِ الْآخِرَةِ - اِنَّ هَذَا الشَّيْءَ عَجَابٌ -** نہیں سنی ہم نے یہ

بات بیچ دین پچھلے کے تحقیق یہ ایک چیز ہے تعجب کی نہ کہیں  
**وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذَلِكُمْ كَا كُنْتُمْ مِنْهُ تَحِيدُ** اور

آئی ہمیشی موت کی سات حق کے یہ ہے وہ چیز کہ تھا تو اس سے  
مڑ جاتا۔ معلوم ہو جائیگا۔ **مَنْ جَهَلَ تَبَيُّنًا عَادَاةً -** یہ مسئلہ امر ہے کہ  
جسکو جس علم سے کچھ بہرہ نہیں ہوتا ہے وہ اس کا منکر ہو جاتا ہے  
لفظی کتاب ہے۔ جس طرح علم حکمت و غیرہ کے باوجود نادانستگی قابل  
ہیں علم حقایق و معارف کو کبھی تسلیم کرنا چاہئے۔ اگر یہ مسئلہ

وحدۃ الوجود سمجھ میں نہ آئے تو شرعی طور سے اسقدر اعتقاد رکھے کہ یہ تمام عالم حادث و مصنوع ہے اور خداوند عالم قدیم و صانع ہے۔ اس حادث کو اس قدیم سے کس طرح کاربطہ ہے اور صانع و مصنوع میں کس طرح علاقہ عینیت ہے یا غیریت محض ہے اس سے سکت رہے۔ جب تک شیخ کامل سے ملاقات ہو اور وہ تیرے شکوک کو رفع کر کے اس سلسلہ کو اچھی طرح سمجھائے گا تقریب الہی بڑھتا جائے گا۔ ورنہ کچا صوفی پکا لحد بن جائیگا ظاہر شرع بھی ہاتھ سے جاتی رہے گی لہذا اس سلسلہ سے بعوض صریح انکار کے صرف اسقدر کہنا اور یقین کرنا کافی ہوگا کہ جو کچھ رسول اللہ ﷺ نے خدا سے کہا اس کے نزدیک سے لائے ہیں ان تمام امور پر میں ایمان لایا ہوں و بس۔ واللہ الموفق بالخیر۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

**معدرت**۔ فقیر حقیر اہل زبان نہیں ہے ناظرین سے استدعا ہے کہ طرز بیان سے قطع نظر فرما کر عنون کی بھاری نظرس ڈالیں اور اصل مضامین پر غور کافی فرمائیں کہ چشم گریبان سینہ بریاں دل سوزاں ہو جاتا ہے

کسانیکہ بزواں پرستی کنند (کچ) بہ آواز دو لابل مستی کنند  
**شکر میر**۔ با خدا کرم فرماں برادر طریقتی مولوی محمد علی صاحب  
 قادری علم دوست و عالم معتدہ سمستان جٹ پول کو خدا ایتھالے  
 نے دنیا میں پریشانی نہ وہی اور اسباب جمعیت کو آمادہ فرمایا

اور پھر دین کے طرف متوجہ اور اس کا ہمدرد بنایا یہ اس کا  
انعام و احسان ہے بتدریج تہ سبیل رقم اس کے طبع میں حصہ  
لینا اور معاون ہونے کا وعدہ فرمایا ہے۔ جزاھم اللہ خیر الخیر  
قدر علم عالم ہد اند و قدر جو ہر جو ہری۔

سعد۔ از زبان سبیل تاریخ آن شہیدہ  
فصل چہارم از سر آمد گلشن از  
۳۲

۳۱۳

قطعه تاریخ حاجی غلام محمد صاحب شوق قاورسی ابو العالی

عبد العزیز عزیز جہاں صاحب مذاق  
ہم خادم و خلیفہ سید شہ عمر  
صد آفیس بہ جان عزیز زوزون  
بخشد خدا صد بطنیل پیامبر  
منظوم شرح گلشن رازیت فارسی  
در نشر اردو ترجمہ او کرو خود بہتر  
واللہ عجیب نسخہ تازہ کن و ماغ  
باشد ز بہر ذوق فرا صاحب ہنر  
با فرط شادمانی و جوش مذاق شوق  
تاریخ طبع از سر جاں گفت مختصر  
۱۳۳۳ھ

از طبع زرا و مولوی عبدالغفر ز صباہا جر

بیا بیا و دریں گلستان تفریح کن -

نوائے بلبل شنیداشنو تفریح کن

ز چشمہ ہائے دل آویزاں تمتع گیر -

ز قطرہ کبیر شو زود تر متوج کن



بنام آنکہ جان را فکرت آموخت  
چراغ دل ز نور جاں برافروخت

اُس کے نام سے شروع کرتا ہوں جس نے جان کو فکری سکھلائی  
پہرے چراغ دل کو نورِ جان سے روشن کیا۔

اصحابِ ظاہر و باطن ان دونوں کے پاس فکر  
معتبر ہے۔ کیونکہ فکرِ حقیقت میں سیرِ معنوی ہے۔ ظاہر سے  
باطن کی طرف۔ اور صورت سے معنی کی جانب۔ لیکن  
اصحابِ ظاہر معرفتِ الہی کو نظر و استدلال سے حاصل کرتے  
ہیں۔ اور اربابِ باطن کشف سے۔ اسی لئے فکر کی تعریف کی

اور جبکہ انسانیت انسان کی دل کے سبب ہے۔ کیونکہ دل  
تفصیل علم و کمالات روح کا محل ہے۔ اور قلب ظہورات  
الہی بسبب اشیونات ذاتی کے جو ہوتے ہیں اس کا مظہر ہے۔  
اس لئے اس کا نام قلب ہو اور دوسرے مصرع میں اسی وجہ  
سے اس کا ذکر فرمایا اور دل۔ روح اور نفس کے درمیان میں  
واسطہ ت روح سے مستفیض اور نفس پر مفیض ہے اسی لئے  
کہا چراغ دل۔ الخ۔ اور دل کو چراغ سے اس لئے منسوب کیا کہ  
جیسے اندھیرے میں اور اک اشیا بواسطہ نور چراغ ہوتا ہے۔  
اسی طرح رویت جمال وحدت حقیقی تباریکی کثرت میں بجز صفائی  
دل حاصل نہیں ہو سکتی۔ ۵

جام جہاں نما دل انسان کامل است

مرآة حق نما چہ حقیقت ہمیں دل مست

دل مخزن این ستر الہی ست

مقصود بہر دو کون دل جو کہ حاصل ست

اور نور کو جان سے اس لئے نسبت دی کہ بسبب صفائی تہجد کے  
مجلا اور کہ ورات الخلق سے معرا ہے۔ اور عقل۔ و روح و سہر و خفی  
و نفس نا طعہ و قلب یک حقیقت ہیں کہ مراتب میں بحسب ضرورت  
بواسطہ اختلاف صفات کے یہ مختلف نام پیدا ہوئے۔ اور ہر نام  
بہ اعتبار صفت خاص کے بت چنانچہ عقل اس معیشت سے کہتے ہیں

و کسبہ روح و نفس  
تعدا غیبیہ

کہ تعقل اپنی ذات و موجودات کا کرتی ہے۔ اور اشیا کو جانتی ہے۔ اور جان فارسی لفظ روح کی معنی میں ہے۔ اور روح اس لئے نام ہوا کہ اپنی ذات سے زندہ ہے۔ اور غیر کو زندہ کرنے والی ہے۔ اور سترہ اس لئے نام ہوا کہ اہل دل کے سوائے کوئی اسے اور اک نہیں کر سکتا۔ اور غفی کی وجہ تشبیہ یہ ہے کہ عرفا و غیر ہم پر بھی اس کی حقیقت غفی ہے۔ اور نفس ناظمہ کی وجہ تشبیہ یہ ہے کہ وہی بدرکہ کلیات ہے۔ اور قلب اس جہت سے نام ہوا کہ شیونات الہی کا مظہر ہے اور ہر خطہ اوس سے دوسرا اثر ظاہر ہوتا ہے۔ اور ایک صفت سے دوسرے صفت کے طرف منقلب ہوتا ہے۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ وہ منقلب ہے درمیان میں اوان دو وجہوں کے کہ ایک حق کے جانب۔ اور دوسری خلق کے جانب ہے اور حق سے مستفیض اور خلق پر مفیض ہے۔ چونکہ نشاء انسان کا مل اول الفکر و آخر العمل ہے اسی لئے نعم کی اوس نعمت کا ذکر سب سے پہلے فرمایا کہ جو مخصوص انسانی ہے۔ پھر اوس نعمت کا ذکر فرمایا جو عالم آدم کو شامل ہے۔ تا خصوصیت آدم اور اوس کا تقدم ذاتی جو عالم پر معلوم ہو جائے چنانچہ فرمایا۔

ز فضلش بر دو عالم گشت روشن  
ز فیضش خاک آدم گشت گلشن

تجلی ظہوری دوسم پر ہے۔ ایک عام دوسری خاص۔ عام کو تجلی رحمانی کہتے ہیں کہ افاضہ وجود سات تمامی کمالات کے کل موجودات پر کرتی ہے۔ اور اس تجلی میں تمام موجودات برابر ہیں۔ مَا تَرَىٰ فِي خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِن تَفٰوُتٍ - وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ - میں اس کے جانب اشارہ ہے۔ اور اس تجلی کو رحمت امتنانی کہتے ہیں۔ کیونکہ محض احسان و عنایت سے بغیر سابقہ علمی کے عام طور پر افاضہ اس رحمت کا فرمایا ہے۔ اور نفس سے یہی تجلی مراد ہے۔ اور ہر دو عالم سے مراد غیب و شہادت اور دنیا و عقبی ہے۔ اور اسی تجلی نے انہیں روشن کیا ہے۔ ۵

میں بوجہ ذوات را شامل	ناقص زوے برابر کامل
کافر و کفر و مومن و ایمان	ہمہ اندر مساوی مان

دوسری تجلی کو جو خاص ہے تجلی چیمی کہتے ہیں اس لئے کہ فیضان کمالات حنویہ مومنوں۔ اور صدیقوں اور اہل واج کرتی ہے۔ مثل۔ محنت و توجید و رضا و تسلیم و توکل و متابعت اور ماہ جناب از لواہی۔ اور اسی تجلی کو فیض سے تعبیر فرمایا۔ اس تجلی میں کافر مومن سے اور عاصی مطیع سے اور ناقص کامل سے ممتاز ہوا ہے۔ اور یہ فیض خاص ہے جس نے کہ طہیبت انسانی کو گلشن بنایا۔ اور ہزار ہا پھول رنگارنگ معارف و تعینات کے اوس گلشن میں کھلائے اور چونکہ اظہار کمال ذاتی

۱۔  
۲۔  
۳۔  
۴۔  
۵۔  
۶۔  
۷۔  
۸۔  
۹۔  
۱۰۔  
۱۱۔  
۱۲۔  
۱۳۔  
۱۴۔  
۱۵۔  
۱۶۔  
۱۷۔  
۱۸۔  
۱۹۔  
۲۰۔  
۲۱۔  
۲۲۔  
۲۳۔  
۲۴۔  
۲۵۔  
۲۶۔  
۲۷۔  
۲۸۔  
۲۹۔  
۳۰۔  
۳۱۔  
۳۲۔  
۳۳۔  
۳۴۔  
۳۵۔  
۳۶۔  
۳۷۔  
۳۸۔  
۳۹۔  
۴۰۔  
۴۱۔  
۴۲۔  
۴۳۔  
۴۴۔  
۴۵۔  
۴۶۔  
۴۷۔  
۴۸۔  
۴۹۔  
۵۰۔  
۵۱۔  
۵۲۔  
۵۳۔  
۵۴۔  
۵۵۔  
۵۶۔  
۵۷۔  
۵۸۔  
۵۹۔  
۶۰۔  
۶۱۔  
۶۲۔  
۶۳۔  
۶۴۔  
۶۵۔  
۶۶۔  
۶۷۔  
۶۸۔  
۶۹۔  
۷۰۔  
۷۱۔  
۷۲۔  
۷۳۔  
۷۴۔  
۷۵۔  
۷۶۔  
۷۷۔  
۷۸۔  
۷۹۔  
۸۰۔  
۸۱۔  
۸۲۔  
۸۳۔  
۸۴۔  
۸۵۔  
۸۶۔  
۸۷۔  
۸۸۔  
۸۹۔  
۹۰۔  
۹۱۔  
۹۲۔  
۹۳۔  
۹۴۔  
۹۵۔  
۹۶۔  
۹۷۔  
۹۸۔  
۹۹۔  
۱۰۰۔



اور اسمائی سناقت قدرت قدیر اور ارادت مرید کامل الہیہ

کے واقعے ہیں اس لئے فرمایا۔ ۵

تو اسمائی کہ دریک طرفۃ العین

زکاف و لون پدید آورو کونین

یعنی ایسا قاور کہ ایک نظر اجمالی سے جو مراد اقتضائے

ذاتی سے بہت محبت ظہور و اظہار کو کاف و لون سے کہ صورت

ارادہ کلیہ کی بنیاد پر فرمایا۔ کونین یعنی اعیان شامستہ تمام

موجودات کے خواہ غیب ہوں یا شہادت (کہ ان اعیان کو

صورت علیہ حق کہتے ہیں) ساتھ تجلی دوم کے کہ تجلی واحدیت

و الوہیت سے تفصیل پا کر ایک دوسرے سے ممتاز ہو گئے۔

اور یہ مرتبہ نازل مرتبہ احدیت۔ ذات سے مرتبہ اسما و

صفات کے طرف ہے۔ فلاصہ کلام یہ ہے کہ ذات احدیت

نے جب اقتضائے یقین اول کا کیا کہ برزخ جامع درمیان موجب

مواضع کان کے ہے احدیت باعتبار شیون اسما کے و احدیت

و الوہیت ہوتی۔ اور اسی یقین اول کو عقل کل۔ قلم۔ روح اعظم۔

امر الکتاب حقیقت محمدی کہتے ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اور

ان اسما کی کثرت باعتبار اختلاف صفات ہے اور اعیان

جمع اشیا عالم غیب و شہادت کے کہ جسے کونین کہا ہے۔

صورت میں اس یقین اول کے بطور امتیاز کے علم حق میں

ثابت ہوئے اور ساتھ اس تجلی نفسِ رحمانی کے ظہور میں آئے اور نفسِ رحمانی سے مراد ظہورِ حقِ صورتِ ممکنات میں ہے۔ اور یہی تجلی ہے کہ افاضہ وجودِ جمیع موجودات پر کرتی ہے۔ اور پہلا مرتبہ کہ جس نے اس فیض کو قبول کیا تعینِ اول ہے۔ اسی لئے فرمایا۔

چو قافِ قدرتِ شدم بر قلم زد  
ہزاراں نقش بر لوحِ عدم زد

یعنی ارادہ الہی و قدرت نامتناہی نے ساتھ نفسِ رحمانی کے جب ایجا و تعینِ اول کا کیا کہ قلم اسی سے مراد ہے ہزاراں نقش یعنی نقوشِ اعیانِ موجودات غیر متناہیہ روحانی و جسمانی کو صفحہ عدم پر لکھا۔ اور اس عدم سے مراد عدمِ اضافی ہے۔ کیونکہ اعیانِ ثابتہ بہ نسبت وجودِ خارجی کے عدم کہلاتے ہیں۔ اور مراد اس سے کہ نقوشِ کثرت جو منتقش لوحِ عدم پر ہے۔ نہ یہ ہے کہ عدمِ ظرفِ اعیانِ ہوا ہے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ اعیانِ ثابتہ جس حالت میں کہ علمِ حق میں ہے متصف عدمِ خارجی سے ہے۔ پس گویا کہ عدمِ ثنابت ہے۔ اور ساتھ قافِ قدرت کے کہ پہلا حرفِ قدر کا ہے اشارہ ہے اس بات کا کہ اولِ مقدور کہ قدرت ساتھ اس کے متعلق ہوئی۔ تعینِ اول ہے جسے قلم کہتے ہیں۔

ازاں دم گشت پیدا ہر دو عالم

وزاں دم شد ہویدا جان آدم

یعنی اوس نفس رحمانی سے غیب و شہادت ساتھ تجلی شہود ہی  
حق کے ظہور پائی۔ اس ظہور حق کو۔ صورِ مظاہر کو نیز میں نفسِ رحمانی  
کہتے ہیں۔ نفسِ انسانی کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں۔ جس طرح کہ  
نفسِ انسان یعنی اوس کا دم خالص ہوا ہے اور جب مخارجِ حروف  
کو پہنچتا ہے متلبس صورِ حروف کے ہوتا ہے۔ اسی طرح ذاتِ احدت  
کہ منہ بہ کثرت سے ہے جب آئینہ مظاہر مکانیہ میں تجلی کرتی ہے  
بسبب انھما را سما و صفات کے ساتھ لباسِ کثرت کے متلبس  
ہوتی ہے۔ اور اسی تجلی ظہور می سے کہ مراد نفسِ رحمانی سے ہے  
جان اور حقیقتِ آدم کہ جامع جمیع کمالاتِ وجوبی و امکانی  
ہویدا و ظاہر ہے۔

در آدم شد پدید آں عقل و تیز

کہ تا دانست ازاں اصل ہمہ چیز

جبکہ آدم مجلائے ذات و آئینہ جمیع اسما و صفاتِ الہی تھے  
البتہ عقلِ ممیز کہ مستلزم معرفتِ تامہ تھی نشأۃ ظہور میں آئی۔  
کیونکہ ایجاد و موجودات سے مقصود معرفتِ الہی ہے۔ جس طرح  
حدیثِ قدسی میں ہے کہ داؤد علیہ السلام نے حضرتِ عزت  
سے سوال کیا کہ تو نے خلق کو کس لئے پیدا کیا۔ وحی آئی

کہ کنت کنزاً مخفیاً فاحسبت ان اعرف فخلق الخلق لکی اعرف  
 قرآن مجید میں بھی۔ وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ  
 مذکور ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ليعبدون کا معنی  
 ليعرفون فرماتے ہیں اور نہایت صحیح و درست ہے اس لئے کہ  
 عبادت سے مراد عرفان ہے یعنی علت غائی تخلیق آدم کی عرفان  
 و شناخت محبوب حقیقی ہے اور وہ منحصر ہے علم ربوبیت اور علم عبودیت  
 پر۔ اس میں یہ بھی ایک نکتہ ہے کہ عرفان کے دو طریقہ ہیں۔ پہلا  
 استدلال کہ علماء کے ساتھ مخصوص ہے۔ دوسرا صفائی باطن  
 کہ خلاصہ عرفان ہے۔ اور یہ معرفت کشفی و شہودی میں نہیں ہوتی  
 مگر بسبب طاعت قلبی و قابلی و نفسی و روحی و ستری و خفی کے پس  
 سبب کا ذکر کر کے مسبب کا ارادہ فرمایا۔ تا یقینی طور سے جانیں  
 کہ غرض ایجادت معرفت شہودی سے کہ سبب عبادت کے  
 حاصل ہوتی ہے نہ کہ استدلالی۔ مثنوی۔

پائے استدلالیاں چو میں بود | پائے چو میں سخت بے تکلیں بود

اور مقتضائے حکمت بالنعۃ الہی سبب اظہار اسما و صفات  
 ناقصا ہی کے وہ تھا کہ انشاء مراتب کلیہ و ایجاد مظاہر جزئیہ  
 غیر متناہیہ کرے تا ہر ایک اس مراتب کلیہ و جزئیہ الہی سے  
 معلوم ہووے اور سلطنت اس اسم کے کہ رب و عدبر اس مرتبہ  
 کا ہے اس مظاہر میں بہ تمام و کمال ظہور پائے۔ اور مجموعہ اسما

میں خفی تھا کہ  
 انبیا و پیغمبران  
 معلوم ہوا تو میں نے اپنے  
 پہچانے جانے کیلئے  
 پیدا کیا۔  
 میں نے میں اور ان کے  
 عبادت کیلئے پیدا کیا

ساتھ نفس رحمانی کے کرب کموں سے ساتھ آرام بروز کے آرام  
 پاویں جس طرح آرام لینا انسان کا ساتھ دم لینے کے اور جمع کمالات  
 کہ مرتبہ جمع میں مجمل ہے مقام کثرت و فرق میں مفصل ہوں۔ اور  
 یہ بات مسلم ہے کہ جس کو علم و صفت سے کچھ بہرہ نہیں ہوتا ہے  
 وہ نہیں جانتا کہ کوئی دوسرا شخص بھی یہ صفت رکھتا ہے۔ اور  
 نامی موجودات کہ مظاہر اسماء الہی ہیں ہر ایک مظہر ایک اسم  
 کا اسماء الہی میں سے ہے۔ جس طرح ملائکہ نے فرمایا کہ نَحْنُ  
 نُسَبُّ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّمُ لَكَ اَوْ شَيْطَانُ نَعْبَاكَ لَعْنَتِكَ  
 لَا نَعْبُوهُمْ اَجْمَعِينَ۔ اور تمام اسماء و صفات کا مظہر سوائے انسان  
 کے کوئی نہیں ہے۔ اسی لئے عبادت و معرفت تمامہ سوائے  
 انسان کامل کے دوسرے کو حاصل نہیں ہے۔ اسی لئے فرمایا  
 کہ وَاذْكُرْ اِسْمَ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ  
 وَرَّءِیْكَ كَاشِحًا لِّرَجُلٍ لَّیْسَ بِشَیْءٍ اَعْرَبَ لِحَقِّهِ اِلَّا عَلَّمُوهُ  
 مَا یَشَآءُ لَعَلَّہٗ یَتَّقِیْ۔ اور اس کا مطلب ہے کہ انسان کا دل ہے مظہر جمع اسماء  
 و صفات کا تھا یہ عقل و تمیز کہ لازم جامعیت ہے اسی میں  
 اس کا ظہور ہوا۔ اسی سے تمام اشیاء کے اصل کو پایا۔ کیونکہ  
 اپنے رب کا کہ اللہ ہے عارف ہو کر عارف جمع اسما کا ہوا۔ اس لئے  
 کہ مجموع اسماء تحت اسم کلی اللہ کے مندرج ہے مثل مندرج  
 ہونے جزئیات کے کلیات کی تحت میں۔ چنانچہ کلام قدیم میں  
 ارشاد ہے ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُونَ خَيْرًا مِّنْ اللّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ  
 لَوْ تَىٰ كَمَا یُنۢبِئُكَ اَنَّہٗ یُحۡدِثُ السَّجَاتِ

اسم تبارک و تعالیٰ جو اس کا ساتھ  
 ہے اس کے لئے ہے اور یہی  
 ہے اس کا ساتھ ہے۔  
 اس کے لئے ہے اور یہی  
 ہے اس کا ساتھ ہے۔  
 اس کے لئے ہے اور یہی  
 ہے اس کا ساتھ ہے۔

اس کا ساتھ ہے اور یہی  
 ہے اس کا ساتھ ہے۔  
 اس کے لئے ہے اور یہی  
 ہے اس کا ساتھ ہے۔

بناک صورت و معنی تو عرض رحمانی ہے

کتاب جامع آیات کائنات، تالیف

از آئینہ سنہ لاریب کے تالیف

تراست باہمہ انسی از آئینہ توبہ ہے

ازیں سبب تو موسیٰ باسم انسانی ہے

اگر کبہ کساں حقیقت برسی ہے

زخوشیہاں شنوی آں صدرا سبحانی ہے

چون خود را دید یک شخص معین

تفکر کرد تا خود چہیستم من

جاننا چاہئے کہ ہم عین کو اعیان موجودہ سے دو اعتبار سے ایک

از روئے حقیقت اور یہ مراد ہے ظہور عین سے صورت ممکنات

میں اور اسی کو تجلی شہودی کہتے ہیں۔ دوم از روئے تعین و

اشخص کے اور اسی اعتبار سے اشیاء کو خلق و تکلیف نام رکھتے ہیں

اور اسی وجہ سے جمیع نقائص ممکنات کے طرف منسوب کرتے ہیں

از یہ صورت نماید غیر دوست

چوں نظر کردی معنی حمله دوست

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ اِسْأَرَهٗ اَعْتَبَارَهٗ دَوْمَهٗ كِهٖ جَانِبَهٗ بَهٗ - اور

مَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقِ اِسْأَرَهٗ اَعْتَبَارَهٗ اَوَّلَهٗ كِهٖ طَرَفَهٗ بَهٗ ۵

کوزہ چون بشکست نی گوئی سفال ہے

دوہ نام نہا ہو جا گیا  
توڑنے کے پس ہے  
دوہ باقی ہے نہا گیا ہے

چوں سفارش خاک شد بگر تو حال  
 اور تعین اشیا کہ امر اعتباری ہے پر وہ جہاں اسی جمیل مطلق کا  
 ہے کہ آئینوں میں مظاہر موجودات کے جلوہ دکھا رہا ہے۔  
 اور جب درمیان میں دو چیزوں کے مناسبت نہ تو معرفت  
 متصور نہ ہو سکیگی۔ اور جبکہ معرفت حق تعالیٰ ہے جو واحد  
 بالذات و کثیر الصفات ہے۔ مقتضائے حکمت الہی یہ ہونی  
 کہ موافق خلق اللہ آدم علی صورۃ انسان بھی کہ عارف حقیقی  
 بنے شخص میں واحد اور کثیر الصفات و افعال و قومی ہووے تا  
 بسبب جامعیت کے معرفت کاملہ جو کہ غایت ایجاد ممکنات ہے  
 اسکو حاصل ہو۔ اور وہ جو عبارت میں عرفا کے اکثر بین الوجدانین  
 مذکور ہے۔ اشارہ ساتھ وحدت حقیقی حق اور وحدت شخصی انسانی ہے۔  
 او پہلی چیز جو مدرک انسان ہوتی ہے۔ تعین شخصی اسی کا ہے  
 جو کہ نہایت تنزلات نصف نزولی دائرہ وجود کا ہے۔ اور  
 ہدایت نصف عروجی اور مرتبہ انسان کو مطاع العروجتے ہیں۔  
 جس طرح کہ ابتداء سے مراتب موجودات سے مرتبہ انسانی تک  
 کہ نہایت کثرت ہے سیر دریا جانب قطرہ ہے۔ اور مرتبہ  
 انسانی سے تا مقام احدیت سیر قطرہ سوے دریا ہے۔ اور  
 جبکہ یہ سیر رجوعی و عروجی مرتبہ انسانی ہے اور بے وسیلہ فکر کے  
 (حرکت معنوی کثرت سے وحدت کے طرف اور صورت سے

حکمت الہی صورت  
 اور تعین اشیا

اور وحدت اشیا

سیر عروجی

معنی کے جانب ہے) یہ سیر میر نہیں ہو سکتی۔ اس لئے فرمایا  
 مصرع کہ خود را دید یک شخص معین۔ یعنی ساتھ تعین خاص کے  
 کہ تمامی حقایق و کمالات کو نبیہ و آلہیہ ہے بحکم اتحاد مظہر و ظاہر  
 کے اوس تعین میں مندرج ہے۔ ع

تفکر کر دتا خود چہ تہ من ۲ ۲

یعنی خود کے تعین کو کہ منسوب ساتھ امکان کے ہے وسیلہ  
 اور مقدمہ شناخت کا واجب تعالیٰ کے گردانا۔ بسبب مشابہت  
 کے از روئے جامعیت کے اس لئے کہ اِنَّ الشَّيْءَ تَقْبِلُ  
 بِاَضْدَادِهَا جانا چاہئے کہ تفکر و سیر و سلوک کہ سالکان موجد  
 کہتے ہیں کہ سیر کشفی عیانی ت مراد ہے نہ استدلالی سے کہ ترتیب  
 مقدمات معلوم سے ہووے۔ جس سے مجہول حاصل ہووے۔

اس لئے کہ معرفت استدلالی بہ نسبت معرفت کشفی کے مشن جہل  
 لیس الخبیر کا لمعاینۃ منزل احدیت جو مراتب امکانیہ میں  
 واسطے اظہار احکام اسما و صفات کے ہووے۔ اوست

سیر مطلق مقید میں۔ اور سیر کلی جزوی میں کہتے ہیں۔ اور یہ  
 سیر ظہوری۔ و انبساطی ہے۔ لیکن سیر عروجی کہ عکس سیر  
 نزولی ہے۔ اور نشأت انسانی مبدا۔ اوس سیر عروجی کا  
 اور نہایت اوس سیر کی وصول انسان ہے ساتھ نقطہ  
 اول کے جو کہ احدیت ہے اوسکو سیر مقید بجانب مطلق اور

اشیاء اپنے انداز  
 سے تقیاً بچانے جاتے  
 ہیں۔

سیر  
 شہید کے دوران  
 دیدہ۔



اور سیر جزوی بسوئے کلی کہتے ہیں اور یہی سیر شعوری و انقباضی ہے۔ اور حقیقت میں یہ سیر مستلزم معرفت کشفی و شہودی ہے، اس لئے فرمایا۔

ز جزوی سکو کلی یک سفر کرو  
وز انجا باز بعالم گذر کرو

جب وجود واحد مطلق نے مراتب تنزیلات میں تجلی فرمائی اور متعین ساتھ تعین کے ہوا تو اس مقید کو جزوی اور مطلق کو کلی بولتے ہیں۔ اور مقید جزوی بسبب اتیہد کے کلی سے محبوب ہے اور اس سفر کو جو سیر و سلوک مقید بجانب مطلق ہے سیر الی اللہ کہتے ہیں۔ اور یہ سوائے انسان کامل کے دوسرے کو میر نہیں ہے اور کیفیت اس سیر کی یہ ہے کہ طالب صداقت حسب ارشاد مرشد کامل تصفیہ باطن میں مشغول ہووے۔ اور ہمیشہ ذکر اور مہدار کی طرف توجہ اور نفی خطرات میں مشغول رہے۔ دل و سر کو غیر حق سے خالی کرے۔ اور جب دل سالک ذکر و توجہ سے مصقلہ پائے اور مصنفے ابو وے انوار الہی تعالیٰ شانہ ظاہر و باطن میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔ اور اس نور کی قوت اور جذبہ کی طاقت سے سالک اس تقید سے عبور کرتا ہے اور ہر مرتبہ میں سالک کو مکاشفات



یعنی تعین آدم کہ جزوی سبب سے کلی کہ واحد مطلق ہے ایک  
 سفر کیا۔ یعنی تمام احدیت تک پہنچا۔ پھر عالم پر گذر کیا۔  
 یعنی مرتبہ جزویت و تقید کے جانب گذر کیا یعنی یہ ہا اللہ کے  
 طرف جس میں غارف پر یہ تعین تعینات سے خاص صفت  
 پر ظاہر ہوتا ہے۔ اور کثرت اسباب کثرت صفات کے بت  
 کثرت صفات سے کثرت ذات واحد لازم نہیں آتی۔ ۵

جہاں را دید امر اعتباری  
 چو واحد گشته در اعداد و ساری

غارف تمام کثرتوں کو وجود واحد سے قائم دیکھتا ہے۔ اور  
 اوست خوب معلوم ہو گیا ہے کہ موجود حقیقی سوائے ایک کے  
 دوسرا نہیں ہے اور قید و اطلاق وغیرہ یہ سب اس حقیقت  
 کے اعتبارات ہیں اور سرایاں وجود واحد مطلق کا کثرات  
 کو نیہ میں اس طرح ہے جس طرح سرایاں واحد اعداد میں ہے۔  
 کیونکہ کثرت مراتب اعداد حقیقت میں سوائے تکرار واحد  
 کے نہیں ہے۔ ۵

من ندانم کہ اندیش چیست کہ دو۔ در اصل خود دو بار کجست

جہاں خلق و امر از یک نفس شد  
 کہ بنم آدم کہ آمد باز پس شد

عالم خلق وہ عالم ہے کہ موجود ساتھ مادہ و مدت کے ہو سکے  
 مثل افلاک و عناصر و موالیید کے۔ اسکو عالم خلق و ملک  
 و شہادت کہتے ہیں۔ اور عالم امر وہ عالم ہے جو بے مادہ  
 و مدت ہو سکے مثل ملائکہ دار و اح کے اور اوس کو عالم امر  
 و ملکوت و غیب کہتے ہیں۔ اور یہ دونوں عالم ایک نفس رحمانی  
 سے کہ مراد تجلی حق سے ہے مجالی کثرت میں ظہور پایا ہے۔  
 قولہ۔ کہ ہم آذم الخ۔ یعنی وہی نفس رحمانی کہ افاضہ وجود  
 عام موجودات ممکنہ پر ساتھ سیر نزولی کے فرمایا۔ یہاں تک کہ  
 نہایت مرتبہ تنزلات میں کہ مرتبہ انسانی ہے۔ پہنچا پھر وہی  
 نفس ساتھ سیر رجوعی کے کہ سیر اول کے برعکس ہے پلٹا یعنی  
 قیود کثرت کو چھوڑ کے نقطہ آخر اول کو پہنچا۔ اگرچہ مراتب  
 تجلیات ظہوری حضرت الہی بطور صورت دایرہ ہے مقام  
 احدیت سے مرتبہ انسانی تک قوس نزولی۔ اور مرتبہ انسانی  
 سے مرتبہ مقام احدیت ذات تک قوس عروجی سے مراد ہے  
 لیکن جب ساک مقام کشف و شہود کو پہنچتا ہے دیکھتا ہے  
 کہ ایک ذات و ایک حقیقت ہر لحظہ ایک طور اور ایک شان  
 سے ظاہر ہوتی ہے۔

ولے ایجا یکہ آمد شدن نیست  
 شدن چون بگری جز آمدن نیست

یعنے ثابت ہوا کہ سوائے وجود واحد مطلق حقیقی کے دوسرا کوئی وجود نہیں ہے اور وجود اشیا سے مراد تجلی حق بصورت اشیا ہے۔ جس طرح کثرت مراتب امور اعدادی اعتباری ہیں۔ اس کا آمد و شد بھی ایک امر ہے کہ سالک کو مراتب موجودات کی نسبت ساتھ ایک دوسرے کے لحاظ کرتے ہوئے کہ فی الواقع آمد و شد نہیں ہے بلکہ حیدر تجدد فیض حاکم سے تعینات اکوانی کو نمود ہے۔ اور اگر آمد و شد حقیقی ہوتی تو چاہئے تھا کہ سیر نزولی میں جب ایک مرتبہ سے دوسرے مرتبہ کی طرف منزل کرتا تو مرتبہ اول بجلی منعدم ہو جاتا۔ اور سہ عروجی میں جو مرتبہ انسانی سے مقام اطلاق تک تمام موجودات منعدم ہو جاتے۔ کیونکہ قیود کثرت سے معرہ ہو گیا تھا۔ اور حال یہ ہے کہ اشیا وہی نمود ہستی کہ کہتے تھے اور سیطرح رکھتے ہیں۔

ہیں۔ از وجہ تعین ہمہ غیہ اند نہ عین و

وزوجہ حقیقت ہمہ عین اند نہ غیر

اس سے معلوم ہوا کہ آمد و شد تجدد و تجلیات رحمانی سے مراد ہے۔ خلاصہ یہ کہ جَلَا ظُهُورِ ذَاتِي لِذَاتِهِ فِي ذَاتِهِ ہے۔ اور اس تجلای ظہور ذَاتِي لِذَاتِهِ فِي تَعَيَّنَاتِهِ ہے۔ لازم ذات احدی ہے۔ اسی لئے فیض تجلی روحانی علی الدوام موجودات پر فائز ہے۔ اور اشیا آنا فنا مقتضایے امکانیہ ذاتی

اس کا تصور مثال  
اشیا کی حالت میں  
تجلیات رحمانی سے  
مراد ہے۔ خلاصہ یہ  
کہ جَلَا ظُهُورِ ذَاتِي  
لِذَاتِهِ فِي ذَاتِهِ ہے۔  
اور اس تجلای ظہور  
ذَاتِي لِذَاتِهِ فِي  
تَعَيَّنَاتِهِ ہے۔ لازم  
ذات احدی ہے۔ اسی  
لئے فیض تجلی  
روحانی علی الدوام  
موجودات پر فائز  
ہے۔ اور اشیا آنا  
فنا مقتضایے  
امکانیہ ذاتی

سے نیست ہوتے ہیں۔ اور فیض تجلی حق سے ہست ہوتے ہیں۔ اور سرعت تجدد فیض رحمانی اس طرح سے ہے کہ ادراک آنے اور جانے کا نہیں ہو سکتا ہے۔ بلکہ اس کا آنا عین جانا ہے اور جانا عین آنا ہے۔ اور فی الحقیقت آمد و شد اعتبار معتبر ہے۔ نہ امر محقق الوقوع۔ مثنوی۔

باز شد کان الیہ راجعون مکصطفیٰ فرمود دنیا ساعت بے خبر از روشن اندر بقا چو شرکش تیز جنبانی بدست در نظر آتش نماید بس دراز	صورت از بے صورتے آمد برون پس تراہر لحظہ مرگ جعتست ہر نفس فومی شود دنیا و ما انچہ تیزی مستمر شکل آمدست شاخ آتش را بجنبانی بساز
---	---

اور شہود عرفان میں ایک شہود سے زیادہ نہیں ہے کہ کبھی صورت مظاہر میں ظہور فرما کر خود کو صورت تفصیل میں مشاہدہ کرتا ہے۔ اور کبھی غیرت سے پردہ غیریت موسوم کو اوشٹا ہاتا اور نمود بے بود عالم نہیں چھوڑتا ہے اسی لئے فرمایا۔

باصل خویش راجع گشت اشیار

ہمہ یک پذیر شد پنہاں و پیدا

اشیا کثرت عالم سے مراد ہے کہ حقیقت میں عدم ہے۔ اصل تمام اشیا حق تعالیٰ ہے۔ کیونکہ اصل ہر شے کی حقیقت میں

اوسی کی ہستی ہے اور عالم کرمیت ہے حق کی ہستی اور ہستی ہے اور  
 رجوع سب کا اوسی کے طرف ہے۔ بلکہ حقیقت میں خود تمام وہی ہے  
 پہناں سے مراد عالم غیب اور پیدائے مقصود عالم خلق و شہادت  
 ہے یعنی یہ دونوں عالم کو نمود و ہستی رکھتے ہیں ایک چیز جو ہے یعنی جو غیرت  
 کہ تھی تجلی احدیت میں کہ موجب دفع اثبوت وہی ہے جو تکملی  
 ہووے۔ اور وحدت صرف ظاہر ہوئی جس سے ثابت ہو کہ  
 تمام ایک ہی چیز تھی اور کوئی غیر درمیان میں نہ تھا۔

تعالیٰ اللہ قدیمی کو بہ یک دم

کند آغاز و انجام دو عالم

یک دم سے مراد نفسِ جمانی ہے۔ یعنی تجلیِ جمانی کمالات  
 عالم کو پردہ عدم سے صحراے وجود میں لاتا ہے۔ اور اوسکی  
 دم ان کا انجام بھی کر دیتی ہے۔

جہانِ خلق و امر اینجائیکے شد

یکے بسیار و بسیار اندکے شد

کثرت جو غیب و شہادت میں ہے وہ مقام وحدت الوجود  
 میں ایک ہے۔ کیونکہ غیر وجود عدم ہے۔ اور موافق مراتب  
 تجلیات کے صورت کثرت ہے۔ اور ہر منظر میں ایک نظم و خا

ہے اور صرف وہم سے لوگوں کو دہلی کا دھوکا ہوا جطرح فرمایا۔

۱۵ ہمہ از او ہام نشئت این صورت غیر

کہ نقطہ و ایرہ است از سرعت سیر

یعنی نمود غیریت اشیا قوت و اہمہ کے مقتضات ہے جو مد رک  
جزئیات ہے۔ اور جو کلیات و حقائق امور سے مطلع نہیں ہے  
وگرنہ ایک حقیقت سے زیادہ نہیں ہے جو کثرت میں صورت  
مختلف سے تجلی کی ہے۔ اور یہ حواس کی غلطی ہے جطرح نقطہ آتش  
کو جلدی سے پھر ایں تو دائرہ کی صورت میں نظر آتا ہے۔ اور  
حقیقت میں یہاں ایک نقطہ کے سوا دوسری کوئی شے نہیں ہے  
اسی طرح نقطہ وحدت ہے بسبب سرعت تجد و تجلیات غیر فنا ہیمہ  
کے صورت میں دائرہ موجودات کے ظاہر ہوا ہے ۱۵

بر صورت دائرہ بر آید	این نقطہ زگردشیکہ وارو
تا دائرہ نقطہ نماید	بگذر ز خیال و وہم بنگر

۱۶ کے خط است اول تا با آخر

بر و خلق جہاں گشتہ مسافر

یعنی اول مراتب موجودات کہ عقل اول ہے۔ تا آخر منزلت  
مرتبہ انسانی سے مرتبہ الہی تک جو نقطہ آخرین دائرہ ہے اول



متصل ہو کر ایک خط مستدیر موبہوم ہے کہ تجدد و تعینات سے  
نقطہ وحدت نظر آتا ہے۔ اس پر خلق جہاں مسافرانہ گذر رہی  
ہے کہ بطوں سے ظہور میں آتی۔ اور ظہور سے بطوں میں جاتی  
گمابند آگم تقوودون۔ لیکن اس راہ کاٹے کرنا بغیر راہ بر کے  
مکمل نہیں ہے۔ اس لئے فرمایا۔

دریں رہ انبیاء چوں سار بانند

دلیل ورہ نمائے کاروانند

یعنی انبیاء علیہم السلام ہادی خلق ہیں۔ اور ہدایت حقیقی کہ  
رجوع مبداء کی جانب ہے اور اس جماعت کو میسر ہوتی ہے  
جس نے کہ شرّ نفس کو تیغ مخالفت ہوا اور موت اختیار ہی  
سے ذبح کیا ہو۔ اور انبیاء علیہم السلام کی بعثت واسطے  
اتصال نفوس کے منزل اصل تک ہے لیکن ہر شخص بقدر استعداد  
نظری کے قبول فیض ہدایت کرتا ہے۔ عطار۔

سبب ہر کس تا کمال او بود	قرب ہر کس حسب حال او بود
--------------------------	--------------------------

بعض محقق ساتھ اکثر صفات الہی کے۔ اور بعض ساتھ  
کمتر کے ہیں اور پھر اس اقل و اکثر میں بھی مراتب ہیں۔ اور  
وہ فرد کامل کہ بحسب حقیقت ومعنی منظر ذات و مجموع اسماء  
صفات الہی ہے وہ خاتم الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

کتاب جامع تفسیر قرآن مجید  
جلد اول صفحہ ۲۹



کیونکہ حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صوفیہ کے اصطلاح میں ذات احدیت سے مراد ہے باعتبار تعین اول اور مظہر اسم جامع اللہ کے ہیں۔ کیونکہ اللہ اسم ذات باعتبار جمیع اسماء و صفات کے ہے۔ اور مجموعہ اسماء و صفات تحت اسم مندرج ہیں۔ کیونکہ ہر ایک اسم اسماء سے مراد۔ ذات معنی سے باعتبار ایک صفت کے ہے۔ جس طرح علیم باعتبار علم کے۔ اور قدیر باعتبار قدرت کے۔ و علی بذ القیاس۔ پس جس طرح اسم ذات حقیقت و مرتبہ میں مقدم ہے جمیع اسماء سے۔ اسی طرح انسان کامل بھی کہ مظہر اسم کلی اللہ ہے چاہئے کہ ذات و مرتبہ میں تمام مظاہر پر مقدم ہووے بلحاظ اتحاد مظہر و ظاہر کے۔ پس جمیع مراتب موجودات کہ مظاہر اسماء آہستہ میں مظہر انسان کامل کے ہونگے۔ اور حقیقت انسان جمیع اشیاء پر مشتمل ہوگی۔ جس طرح اَشْتَمَالُ الْكُلِّ عَلَى الْاَجْزَاءِ۔ اسیلئے فرمایا۔

اَحَدٌ وَرَمِيمٌ اَحَدٌ گشت ظاہر

دریں دو را اول آمد عین آخر

احد باعتبار استفادہ تقدیر اسماء و صفات و نسبت و تعینات کے اسم ذات ہے۔ سیم احمد میں کہ تعین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے ظاہر ہوا۔ کیونکہ مظہر حقیقی احد حقیقت احمد ہے۔ اور باقی

اشیاء کا ظاہر ہے

اسی لئے فرمایا  
اَحَدٌ وَرَمِيمٌ اَحَدٌ  
دریں دو را اول آمد عین آخر

مراتب موجودات مظہر حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے  
 اسی سبب سے عرفانے فرمایا کہ حسب طرح حق تعالیٰ کو جمیع موجودات  
 میں سر بیان ہے۔ انسان کامل کو بھی جمیع مراتب موجودات  
 میں سر بیان چاہئے۔ کیونکہ کامل وہی ہے کہ اپنی خودی سے فنا ہو  
 بقا و حق سے باقی ہو جائے۔ ۵

عین یا ہر کہ شد میدان مرد کامل است	فیست کامل در جہاں آنکس کہ دریا عین است
مائی ما در میان ما و دریا جاہل است	باہرہ دریا و دریا عین با بودہ دلے
ورنہ نفس موج بیند ہر کہ اور با حلال است	چشم دریا میں کسے دارد کہ غرق بجز شد

اور سیم احمد صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ ہے ساتھ دایرہ موجودات کے کہ  
 مظہر حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

ترا احمد تا احد یک میم فرق است  
 جہانے اندراں یک میم غرق است

حرف میم جو عدد میں چالیس ہے مراتب موجودات بھی لجا ظاہر  
 کے چالیس ہے۔ اور مجموع اس چالیس مرتبوں کا مجملہ اور مظہر  
 حقیقت محمدی کا ہے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اور آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وآلہ وسلم۔ از روئے حقیقت ظاہر اور تجلی سب میں ہیں اور سیم  
 احمد اس لئے فرمایا کہ جمیع مراتب کو نوبہ حقیقت محمدی میں صلی اللہ علیہ  
 وآلہ وسلم اور صورت تمام کی آنحضرت کے معنی ہیں کہ ظہور پائے ہیں

مردات جمال ذوالجلالی	اے مظہر حسن لایزالی
رخسار تو احسن المجالی	انوار تجلی قدم را

ع دریں دور اول آمد عین آخر  
یعنی اس دائرہ موجودات میں کہ سب سے اول عقل کل ہے  
عین آخر کہ انسان ہوئی ہے یعنی حقیقت عقل بصورت انسان  
کامل پوری طور پر ظاہر ہوئی اور نظہر و ظاہر ایک ہوے۔ او۔  
نقطہ آخر اول سے متصل ہوا۔ اور پورا کمال پیدا لیش انسان  
کامل سے ظہور پایا۔

بد و ختم آمد و پایاں ایں راہ

۲۱

بر و منزل شد و او عوالی اللہ

راہ دعوت انبیاء کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود  
مبارک سے ختم کی گئی۔ یہاں تک کہ ناسخ سب ادیان کی  
ہوئی۔ اور جبکہ نشأت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مظہر اسم  
جامع اللہ کی ہے۔ اور معاد ہر شخص کا اپنے مبداء اور اصل کے  
طرف ہوتا ہے۔ اسی لئے آپ کی دعوت تمام انبیاء کے دعوت  
کو شامل ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام خلایق کو اسم  
جامع اللہ کے طرف جس کے آپ مظہر ہیں بنا رہے ہیں۔ اور  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحسب جامعیت تماموں کے مبداء

و معاد سے پورے طور پر واقف ہیں۔ ۵

ایک اندر حجاب مانندستی	آیہ نور را سخو اندستی
در خودی کرده خدارا گم	آین استم فنانہ مکلم
چند گردی بگردہر سرکوی	در و خود را دو اہم از خود جوی
سخن آنکہ مرد آگاہ است	لیس فی جہتی سوی اللہ است

مقام دلکشائش جمع جمعست

۲۲ جمال جاں فرائش شمع جمعست

جو چیز کہ محض مہویت سے سالک کے دل پر حضرت حق کے جانب سے وارد ہوتی ہے۔ اور پھر بغیر ارادے سالک کے بسبب ظہور صفات نفس کے زایل ہو جاتی ہے اور سکون حال کہتے ہیں۔ اور جب حال ویسی ہو کہ سالک کا ہو گیا تو اس حالت کو مقام کہتے ہیں بسبب قیام سالک کے اس میں اور چونکہ حال و مقام خواص ارباب تلوک سے ہے۔ فرمایا کہ تمام دلکشائش الہیہ جمع اصطلاح میں اس طائفہ کے مقابل فرق کے ہے۔ اور فرق احتجاب حق سے بسبب رویت خلق کے ہے۔ یعنی سب خلق کو ہی دیکھے۔ اور حق کو ہر طرح سے غیر جانے۔ اور جمع مشاہدہ حق ہے بغیر رویت خلق کے اور یہ مرتبہ فنا سالک ہے۔ کیونکہ جب تک ہستی سالک باقی ہے شہود حق بے رویت خلق کے نہیں ہے۔ اور جمع الجمع شہود خلق قائم بحق ہے یعنی حق کو جمع موجودات و مخلوقات میں مشاہدہ کرے کہ

ہر جاے ایک علیحدہ صفت سے ظاہر ہوا ہے۔ اور یہ مقام بقا باللہ ہے۔ اور اس مقام کو فرق بعد الجمع فرق ثانی و صحیح بعد المحو کہتے ہیں کیونکہ وحدت صرف سے کہ جمع و محبوبے مقام فرق و محو میں نزول کیا ہے۔ اور کامل کے لئے اس سے اعلیٰ کوئی مقام نہیں ہے۔ اس لئے ہر شے کو جیسے کہ ہے دیکھتا اور جانتا ہے اور یہ مقام والا وحدت کو کثرت میں کثرت کو وحدت میں مشابہہ کرتا ہے اور ایسے کامل کے پاس وحدت آئینہ کثرت ہے۔ اور کثرت آئینہ وحدت۔ ثنوی۔

فرق چہ بود عین غیر انکا شستن	جمع خیرش را عدد چند آشتن
صاحب تطییل اہل فرق دان	کو نمدید از حق درین عالم نشان
ہر کہ گوید نیست کلی بیست خیر	در یقین اوست سب عین ویر
صاحب جمع است پیشین نیست حق	جان اور بحر وحدت گشت غرق
جمع جمع است آنکہ حق بیند عیاں	در راست یا بدمد نامش و نہاں
صاحب این مرتب کامل بود	زانکہ این آں بہ دور شامل بود

ع۔ جمال جاں نریش شین جمع است پوینے جامعیت کمالات  
 جمیع صفات و اماذات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔  
 جمال جاں نریش شین سے مراد ہے۔ شمع جمع است یعنی روشن کرنیوالے  
 مجلسوں قلوب وار۔ واج تمام کاملوں کے ہیں اس لئے کہ ہواطن  
 کاملوں کے بواسطہ نوز ہدایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منور  
 ہوئے ہیں اور لفظ بہ لفظ ترقی پذیر ہیں اور محافل و جامع جمیع مراتب

کو نیہ کے ساتھ شمع جمال وجود مبارک کے تاباں وہویدا ہیں۔ ۵

ذرات کون یافت حیات مقیدی	توباں چو گشت مہر جمال محمدی
بودش مراد صورت زیبای احمدی	نقاش صنغ نقش جن جہانرا چونی نگاشت

۲۳  
شده او پیش و د لہما جملہ درپئے  
گرفته دست جسا نھا دامن وے

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمال نبوت و ولایت میں سب سے  
اکمل و اقدم ہیں۔ اور بالکل توجہ عالم ذات بحت میں اور اول انبیاء  
اولیاء کے سب آپ کے تابع ہیں۔

۲۴  
وریں رد اولیا باز از پس پیش  
نشانے میدہند از منزل خویش

یعنی اولیا بھی جو قدم انبیاء پر ہیں اپنے حسب مراتب اوس حال و مقام  
سے سیر و سلوک اون کا بطور مکاشفہ کے ہوا ہے۔ اوس منزل  
سے خبر دیتے ہیں۔

۲۵  
سجد خویش تن گشتند واقف  
سین گفتند از معرفت عارف

یعنی جب تقید ہستی مہوم سے خلاصی پائے اور ساتھ اطلاق کے  
جو نہایت کمال اپنا ہے پہنچے۔ معرفت حقیقی حاصل کر کے عارف و  
معروف کا بیان کرنے لگے۔ عارف اوس سالک سے مراد ہے کہ  
بس نے تمام تقید سے تمام اطلاق کی سیر کی ہو۔ اور معرفت حق



مطلق ہے جو سب کا مبداء و معاد ہے۔

یکے از بجز وحدت گفت انما الحق

۲۶

یکے از قرب و بعد سیر زورق

اولیاء اللہ کے اقسام میں۔ بعض ارباب سکر میں کہ جب اسرار الہی  
اون کے پاک دل پر ظاہر ہوتے ہیں تو اوسے مستی سکر میں افشا کر دیتے  
ہیں۔ اسی طرف اشارہ ہے کہ یکے از بجز وحدت گفت انما الحق۔ یعنی  
جب سالکان راہ الہی بطریق تصفیہ کے مراتب کثرت سے ساتھ سیر  
رجوعی کے درگزر سے۔ اور ساتھ تجلی احدیت کے بجز وحدت میں فنا فی  
و مستغرق ہوتے۔ اور خود کو (کہ قطرہ دریا سے حقیقت سے تھے) عین  
دریا پاتے۔ ایک کہ صاحب سکریتے مستی میں اوس حال کے اگر کہنے کہ  
میں عین دریا ہوں۔ بیخودی سے اس کے تعجب نہیں ہے۔ اور یہی  
مرتبہ حقیقت ہے۔ ایک دوسرا شخص کہ سکر اوس کا باوجود اوس  
حال کے تھا۔ لیکن نہ پہلے مرتبہ میں اور حال اوس کا بسبب قوت جو صلہ  
کے بزرخ درمیان سکر و صحو کے واقع تھا من عند اللہ مامور ہوا ارشاد  
غیر کے لئے تو چاہتا ہے کہ فی الجملہ اپنے استغراق کے حال سے خبر دیوے۔  
تا طالبان راہ حقیقت کے شوق کا باعث ہووے۔ اور لذات نفسانی  
اور مشغلات سے کہ حقائق امور کی اطلاع سے مانع ہیں۔ روگردان  
ہو کر رخ مبداء اصلی کے طرف کرے۔ تو ضرور ہوا بیان مراتب قرب و  
و بعد اور یہ سفینہ تعین سالک جو بحر توحید عیانی میں ہوتی ہے کہ تا طریقہ

سالکان راہِ طریقت کا معلوم ہووے کہ کس کی کیفیت ہے۔ اور طریقت  
 مراد اسی روش سے ہے جانتا چاہئے کہ قرب عبارت ہے سیرِ قطرہ  
 بجانب دریا سے جس طرح کہ آگ بیان ہوا۔ وصول ساتھ مقصد  
 حقیقی کے اور اقصاف ساتھ صفات الہی کے۔ اور بعد عبارت بت  
 تفسیر سے ساتھ صفات بشری اور لذات نفسانی کے کہ مبداء حقیقی سے  
 بعد کے موجب ہیں۔ اور میر زورق سے مراد ہے عبور کرنا نشأ انسانی کا  
 منازل امور کثرت سے اور پہنچنا مقام وحدت کو اور مرد زورق  
 سے کشتی تعین انسانی ہے۔ اور جو کامل کہ مقام ارشاد میں ہووے  
 چاہئے کہ انبیاء علیہم السلام کی اقتدا کرے۔ اور ظاہر و باطن میں انہیں کی  
 پیروی پر ہے۔ خلائق کو ان اعمال و صفات اخلاق سے جو کہ  
 سبب پھنسے رہنے کا ان کے عالم سفلی میں ہو روکے۔ اور ایسے اقوال  
 و اطوار سکھلاوے کہ جس سے وصول ان کا ساتھ عالم علوی کے اور  
 تقرب ساتھ مبداء کے ہووے۔

۲۰  
 کے علم ظاہر ہو و حاصل  
 نشانی و ادراک کی بسا حل

یعنی اقسام اولیات ایک جماعت ہے کہ تقصفا اسم الظاہر  
 احکام شریعت ان پر غالب ہیں۔ اور یقین جانتے ہیں کہ جب تک  
 ان تمام احکام کی پابندی نہ کی جائے سالک کو وصول ساتھ حالاً  
 و مقامات کے میسر نہ ہوگا۔ اور البتہ بغیر شریعت کے کہ جانتا احکام الہی کا

ہے اور بغیر حقیقت کے کہ احکام الہی پر عمل کرنا ہے اور حقیقت کی نتیجہ  
 دونوں قدموں کا تہرگز حاصل نہیں ہوتی ہے۔ احوال منویٰ کے  
 جو اون پر ظاہر ہوئے مخفی رکھتے ہیں۔ اور بغیر اشارہ الہی کے کسی پر  
 ہرگز ظاہر نہیں فرماتے ہیں۔ اس لئے کہ احوال کا چھپانا اس طالبہ  
 کے پاس اسلئے طریقہ ہے۔ جو رعوتت لریا اور دعوتی سے دور ہے۔  
 علم ظاہر سے اور علم شریعت ہے کہ انیس باوجود کمال منویٰ کے حاصل  
 تھا بسبب مقتضائے علم نہ بسبب مقتضائے حال انسان و یا خشکی سے  
 طرف ساحل کے جو شریعت ہے کیونکہ سلامتی خشکی میں ساحل کے  
 ہے چونکہ سمجھنا اسرا حقیقت کا نہایت دشوار ہے۔ اور وہ بغیر مخالفت  
 نفس و ہوا کے اور نیز بغیر تصفیہ و تجلیہ و سلوک راہ کے جو حسب ارشاد شیخ  
 کامل راہ دان و راہ بین کے ہو حاصل نہیں ہوتی ہے۔ اور اگر ایسا  
 ہوتا ہے کہ کبھی اگر کوئی عارف صاحب مکاشفہ و مشاہدہ بعض اسرار  
 و حقایق امور کو افشا کرتا ہے تو ظاہر بین زبان طعن و انکار اوس پر  
 دراز کرتے ہیں۔ اس لئے فرمایا۔

یکے گوہر برآورد و ہدف شد

۲۸

یکے بگذاشت آن نزد صدف شد

یعنی ایک جماعت نے جو غواصان بحر حقیقت ہیں گوہر اسرار و معنی کو  
 احکام ظاہری کے صدف سے نکالے۔ اور ان اسرار کو افشا کیا  
 اس سبب سے ہدف یعنی نشانہ تیر طعن و ملامت خلافت ہوئے۔ اور



تتخصص کے محدث۔ اور واحد مطلع کو کہ اشیاء موجودہ اس کے  
 مظاہر و مجالی ہیں قدیم کہتی ہے۔ غرض تمام اولیا کی یہ ہے کہ بیان  
 مراتب اطلاق و اتقید اور کیفیت وصول مقید ساتھ مظاہر کے۔ اور  
 سیر قطرہ و جزو محدث بجانب بحر و کل و قدیم کے ہووت۔ ہر ایک کے  
 بحسب اقتضائے احکام اس اسم کے کہ رب و مدبر اس کتابت  
 اپنی مکاشفات و حالات سے مناسب اور احکام کے تعبیر فرمائی  
 ہے۔ اور سب بیان واقع ہے۔ اور اگر کوئی تصور اشارات و تعبیرات  
 میں نظر آتا ہے تو وہ بسبب جنابت کی ٹہلی کے ہے۔ ورنہ مقصد  
 سب کا ایک ہے۔

ازدہانش می جہد در کوئی عشق	ہر چہ گویدم دعا شق بوی عشق
بوسے نقد آید ازاں خوش دہم	گر بگوید نقد فقہ آید تب
وربشک گوید شکش گرد دین	ور بگوید کند دار دوسے دین
اسے کہی کہ راست را راستی	ور بگوید کج نماید راستی

۳۰  
 یکے از زلف و خال و خط بیان کرد  
 شراب و شمع و شاد را خیال کرد  
 کثرت کو زلف و خط اس کے تشبیہ دیتے ہیں کہ وہ حاجب  
 روے وحدت ہیں اور نقطہ وحدت کو خال سے نسبت دیتے ہیں  
 تاکہ تازہ نظروں سے مخفی رہے اور عشقی و ذوق و سکر کو شراب سے  
 اور پر تو انوار الہی کو کہ دل سالک میں ظہور کیسے ہیں ساتھ شمع کے۔

اور تجلی جمال ذات مطلق کو لباس شاہد میں ظاہر کرتے ہیں۔

یکے از ہستی خود گفت و پندار

۳۱

یکے مستغرق بت گشت و زنار

کا طمان راہ حقیقت فرماتے ہیں کہ منزل مراد کو پہنچنا بغیر نفی و اثبات کے وسیلہ کے میسر ہی نہیں ہوتا ہے۔ اسی لئے مرشدان کامل پہلے سالک کو لا الہ الا اللہ کا ذکر بتلاتے ہیں تا ساتھ کلمہ لا کے جمع اختیار کر جو یک گونہ وجود مہیوم کہتے ہیں نفی کرے۔ اور ساتھ کلمہ الا اللہ کے وحدت حقیقی کو ثابت کریں۔ کیونکہ جب تک کہ پوری طور سے کثرت مرتفع نہ ہوگی۔ وحدت کی جلوہ گری نہوگی۔ اور سالک کو کوئی مانع مثل اپنے ہستی و پندار کے نہیں ہے۔

ہل شیرے واں کہ صفہا بشکنند	شیراں باشد کہ خود را بشکنند
گر برون آئی ز پندار وجود	بر تو گرد و دور پر کار وجود

اور بعض دوسرے باوجود استغراق توحید کے کہ بت سے اشارہ اوسے کے طرف ہے زنا خدمت کی کہ جان پر باندھتے ہیں۔ اور ایک لحظہ ریاضت سلوک سے آرام نہیں پاتے ہیں۔

سخن ہاچوں بوفق منزل افتاد

۳۲

در افہام خلایق مشکل افتاد

یعنی تجلی الہی موافق اختلاف استعداد قواہل مختلف واقع ہوئی ہے تو ضرور ہو کہ ہر سالک ایک دوسری راہ چلے اور ہر عارف ایک

سبب آغاز  
نظم سبب

دوسرے مقام کا نشان دیوے۔ اسی لئے افہامِ خلیق پر شکلِ نظر آئی۔ چاہئے کہ اولیٰ اصطلاح جانیں۔ اسی لئے فرمایا۔

۳۲ کسے را کا ندیریں معنی ست حیراں  
ف ضرورت میشود دانستن آن

ہر چند علوم و معارف اس طائفہ کے وجدانیات و ذوقیات میں اور صرف ادب کے اصطلاحات جان لینے سے حالات و مقامات سے اس جاہلیت کے مطلع نہیں ہوتا ہے لیکن لفظت معنی مستفاد ہوتے ہیں تو کبھی ہوتا ہے کہ اس عبارات و اشارات کا جاننا قابلِ عمل اور حالات کی حاصل کر لیکر باعث ہوتا ہے۔ اور کمالات اور لیاقت بہرہ یاب ہوتا ہے۔ اور اپنی خلقت کی مقصد و غنایت کو حاصل کرے

حرف درویشاں بہ تہ آموختند  
یا بجز آن حرف شال و زسی نبود  
مبہر و محفل بہاں افر وختند  
یا در آخر رحمت آمد رہ نمود

۳۳ گذشتہ ہفت و دو با ہفت صد سال

ز جہت ناگھساں در ماہ شوال

۳۵ رسولے بانباراں لطف و احساں

رسید از خدمتے اہل خراساں

۳۶ بزرگے کا ندر اسجاں بود مشہور

بہ اقسام ہنر چوں چشمہ نور

۳۷ ہمہ اہل خراساں از کہ مہ

سبب آغاز نظم شعر

سوال اول در نقل و جواب آن

دیں عصر از ہمہ گفتند او بہ	
نوشتہ نام و رباب معنی	۳۸
فرستادہ ہر ارباب معنی	
در آسنا شکے چندان حبارت	۳۹
ز شکل ہائے ارباب اشارت	
بہ نظم آوردہ و پرسیہ یکیک	۴۰
جہان معنی اندر لفظ اندک	

بیان بزرگ اس  
بزرگ می نویسد

نیز بیان خاص و مفصل  
بکمال آن بزرگ اس

یعنی ماہ شوال ۱۰۰۰ ہجری میں ایک قاصد اہل خراسان کے پاس سے آیا۔ اور اسکو بھجوانے والے ایک وہاں کے مشہور بزرگ تھے جو اقسام بہت سے مثل حشیرہ نورینے۔ آفتاب عالم تاب تھے۔ لوگ کہتے ہیں کہ اوس قطب کا نام امیر سید حسینی تھا۔ جو مدینہ و خلیفہ حضرت شیخ شہاب الدین زکریا ملتانی کے تھے۔ اور وہ خلیفہ حضرت شیخ شہاب الدین مہروردی کے تھے۔ ان کے تصنیفات سے نزہت الارواح۔ اور زاد المسافرین۔ اور کثر الرموز۔ اور ضرب الجالس۔ اور ہستی نامہ۔ یہ طرقت اور معارف میں مقبول خاص و عام ہیں۔ اسی لئے سب اہل خراسان کہتے تھے کہ اس زمانہ میں وہ سب بہترین۔ اوس بزرگ نے معارف میں منظوم نامہ لکھ کر اہل منی کے پاس روانہ فرمایا تھا۔ لیکن اوس امتحان مقصود نہ تھا۔ بلکہ جبکہ عارف کامل جواب دے تو طالبوں کے شکوک و شبہات دفع ہو جائیں غرض اس میں چند مشکل مسئلے تھے جسکو انہوں نے سموڑے لفظوں میں نظم کیا تھا



معنی اس میں بہت تھے۔

- |    |                                 |
|----|---------------------------------|
| ۴۱ | رسول آں نامہ را بر خواند نا گاہ |
| ۴۲ | قناد احوال او حالے و رافواد     |
| ۴۳ | در ان مجلس غزیاں جملہ حاضر      |
| ۴۴ | میں در ویش بہ یک گشتہ ناظر      |
| ۴۵ | یکے کو بود مرد کار دیدہ         |
| ۴۶ | ز ما صد بار این معنی شنیدہ      |
| ۴۷ | مر گفت جوابے گوی در دم          |
| ۴۸ | کزاں جانفع گیرند اہل عالم       |
| ۴۹ | بد و لغتہ چہ حاجت کین مسایل     |
| ۵۰ | نوشتہم بار با اندر سیال         |
| ۵۱ | یکے گفت وے بر وقف مسؤل          |
| ۵۲ | تو منظوم میداریم ماموٰں         |
| ۵۳ | پس از الحاج ایشاں کردم آغاز     |
| ۵۴ | جواب نامہ در الفاظ ایجاز        |
| ۵۵ | بیک لحظہ میساں جمع بسیار        |
| ۵۶ | بہ گھتم این سخن بے فکر و تکرار  |
| ۵۷ | کنوں از لطف و احسانے کہ دارند   |
| ۵۸ | ز ما این خردہ گیسری در گذارند   |

- ۵۰ همه دانند کیس کس در تمام عمر  
نکرده هیچ قصه گفتن شعر
- ۵۱ بر آن طعم اگر چسب بود قادر  
و لے گفتن نبود الا بنا در
- ۵۲ زنده ار چه کتب بسیار می ساخت  
به نظم و مثنوی هرگز نه پرداخت
- ۵۳ عروض و قافیہ معنی نه سنجید  
که به طرنه در و معنی نه گنجید
- ۵۴ معانی هرگز اندر حرف ناید  
که بحر کلام اندر ظرف ناید
- ۵۵ چو مادر حسن خود در تنگنا ایم  
چرا چای سب و گریه و سوز فرایم
- ۵۶ نه فخر است این سخن کز باب لشکر است  
به نزد اهل دل تمسید غداست
- ۵۷ مرا از شاعری خود دعا ناید  
که در صد قرن چوں عطار ناید
- ۵۸ اگر چه زین منظر صد گونه اسرار  
بود یک شمه از دکان عطار
- ۵۹ و لے این بر سبیل اتفاق است

نہ چوں دیو از فرشتہ استراق است

یعنی جب قاصد نے اوس نامہ کو پڑھا تمام لوگوں میں اوسکا شہرہ ہو گیا اوس مجلس میں لینے شہرہ بزرگ میں جو عزیز کہ حاضر تھے سب کے سب اس فقیر کے طرف دیکھنے لگے۔ ایک شخص ان میں سے جو عارف تھے اور سو بار ان معانی کو اس فقیر سے سنا تھا مجھ سے فرمانے لگے کہ اسی وقت اسکا جواب دیجئے تا اہل عالم اس سے نفع حاصل کریں کہتے ہیں کہ وہ بزرگ کا نام جنھوں نے جواب لکھنے کہا تھا شیخ امین الدین تھا میں نے کہا ان مسائل کو لکھنے کی کیا ضرورت ہے میں تو بار بار اسٹیل میں لکھ چکا ہوں انھوں نے کہا ہاں لیکن مطابق سوال کے جواب منظور تحریر کیجئے۔ پس جب انھوں نے الحاح کیا تو میں نے نامہ کا جواب مختصہ الفاظ میں لکھنا شروع کیا تھوڑی دیر میں اوسی مجلس میں جہاں کثرت حلق تھی ان سوالات کے جوابات کو منظور کر دیا۔ اب لطف و احسان سے یہ امید ہے کہ ہم پر کسی طرح کا عیب نہ لگائیں اور سب جانتے ہیں کہ اس شخص نے اپنی تمام عمر میں شعر نہیں کہا تھا اگرچہ میری طبیعت نظم کہنے پر قادر تھی لیکن بطور ناوکر کبھی کچھ کہا تھا۔ ہاں شعر میں میری بہت سی کتابیں ہیں نظم شنوی کبھی نہیں لکھا تھا عروہ و قافیہ معنی کے سزاوار نہیں ہے کیونکہ ہر طرف میں معنی نہیں سما سکتا۔ اور معنی ہرگز حرف میں نہیں آسکتے جس طرح بجز قلم طرف میں نہیں سما سکتا جب ہکلوں میں معنی کے ادا کرنے کے لئے شعر میں الفاظ نہیں مل سکتے تو پھر عروہ

یہ شعر ان مسائل کے  
سے سزاوار حق نہیں  
سزاوار حق نہیں  
میں سزاوار حق نہیں  
ہی ہے

یہ شعر ان مسائل کے  
سے سزاوار حق نہیں  
سزاوار حق نہیں  
میں سزاوار حق نہیں  
ہی ہے

وقایہ میں گرفتار ہونا کیا ضرور ہے۔ ۵

قافیہ اندیشم و ولد ارمن | گویدم مندیش جز دیدار من

یہ جو کچھ میں نے کہا بطور فخر نہیں ہے بلکہ بطور شکر ہے۔ اور اہل دل کے پاس تحقید عذر ہے تاکہ کوئی غلطی دیکھیں تو سمجھیں کہ اسقدر جلدی میں ایسی نظم لکھی گئی ہے اس لئے مجھے معاف کریئے۔ اور مجھے شاعر سے عار نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت شیخ فرید الدین عطار جیسے لوگ شاعر ہو ہیں۔ اگرچہ ایسے ہمارے صد ہاتھم کے اسرار حضرت عطار کی دکان معرفت کی اونے چیز میں لیکن یہ اسرار بطور اتفاق اس مثنوی میں آئے ہیں۔ لیکن جیسے شیاطین ذشت تو کئی باتیں چھپک چھپوری سے سنکر اڑلاتے ہیں اوسطح مضمون غیر چرایا ہوا نہیں۔

۶۰ علی الجملہ جواب نام داوم

۶۱ بگنم یک بیک نابیش و نہ کم

رسول آن نامہ را بستد با عزاز

۶۲ و زان را ہے کہ آمد باز شد باز

دگر بارہ عزیز کار فرماے

۶۳ مرا گفتہ برال چیزے بنیذراے

ہماں معنی کہ گفتی در بیباں آر

۶۴ ز عین سلم بر عین عیاں آر

نمیدیدیم در اوقات آن محبالی

- ۶۵ کہ پروازم بد و از زوق خالی  
کہ وصف آن بگفت و کو محالست
- ۶۶ کہ صاحب ذوق داند آج محالست  
دلے بروفق قول قایل دیں
- ۶۷ بحر دم رد سوال سائل دیں  
پے آن تا شود روشن ترا سزا
- ۶۸ در آہ طوطی نظم بگفتار  
ہون و فصل توفیق خدوند
- ۶۹ بگفتہم جس را در سائے چند  
دل از محبت چو نام نامہ در خواست
- جواب آمد بدل کاں گلشن باست  
چو حضرت کرد نام نامہ گلشن
- شور و چشم دلہا جملہ روشن

غرض میں نے اس نامہ کا مطابق سوالات کے یکیک کا جواب  
دیا قاصد وہ نامہ لیکر خراسان کے طرف یعنی جس راہ سے آیا تھا  
گیا پھر دوسرے وقت میں پھر اوسے غزینے فرمایا اس پر کچھ زیادہ  
اور بڑھائے اور اس اجمال کی تفصیل کیجے۔ اور اوس علم الیقین کو  
عین الیقین تک پہنچا دیجے۔ لیکن میں نے دیکھا ذوق و حال کی بات  
گفتگو و قال میں نہیں آسکتیں۔ صاحب حال جانتا ہے کہ وہ کیا حال ہے

۱۰  
۱۱  
۱۲  
۱۳  
۱۴  
۱۵  
۱۶  
۱۷  
۱۸  
۱۹  
۲۰  
۲۱  
۲۲  
۲۳  
۲۴  
۲۵  
۲۶  
۲۷  
۲۸  
۲۹  
۳۰  
۳۱  
۳۲  
۳۳  
۳۴  
۳۵  
۳۶  
۳۷  
۳۸  
۳۹  
۴۰  
۴۱  
۴۲  
۴۳  
۴۴  
۴۵  
۴۶  
۴۷  
۴۸  
۴۹  
۵۰

ولیکن حسب فرمان و اما السائل فلا تفخر کے میں نے اوس سائل کے سوال کو رد نہیں کیا۔ اور اون اسرار کو اوس سے زیادہ واضح طور پر بیان کیا۔ اور خداوند عالم کی توفیق و فضل سے وہ تمام چند ساعت میں ختم ہو گئے۔ پھر دل نے محضرت سے اوس نامہ کا نام طلب کیا تو اس نامہ کا ہوا کہ ہمارا گلشن ہے جب محضرت اوس نامہ کا نام گلشن رکھا تو اوس سے سب کے دلوں کی آنکھ روشن ہو جائیگی۔ سوال

۱۰  
۱۱  
۱۲  
۱۳  
۱۴  
۱۵  
۱۶  
۱۷  
۱۸  
۱۹  
۲۰  
۲۱  
۲۲  
۲۳  
۲۴  
۲۵  
۲۶  
۲۷  
۲۸  
۲۹  
۳۰  
۳۱  
۳۲  
۳۳  
۳۴  
۳۵  
۳۶  
۳۷  
۳۸  
۳۹  
۴۰  
۴۱  
۴۲  
۴۳  
۴۴  
۴۵  
۴۶  
۴۷  
۴۸  
۴۹  
۵۰

چہ چیز است آنکہ گویندش تفکر  
جاننا چاہئے کہ پہلی چیز بندہ مکلف پر معرفت الہی واجب ہے اور دوسرے واجبات کا وجوب اسی اصل سے متفرع ہے۔ اگرچہ طرق معرفت بلحاظ خبر ویت غیر متعین کیونکہ الطریق الی اللہ بعدد انفاس الخلاق لیکن بلحاظ کلیت کے جس طرح گذرا معرفت دو قسم پر منحصر ہے استدلالی و کشفی۔ استدلالی مصنوع سے طرف صانع کے۔ اہیاب ہونا ہے۔ اور کشفی حجاب مصنوع کا جو جمال صانع پر ہے اونٹھانا اور یہ دونوں طریق فکر کے ساتھ تعبیر کئے جاتے ہیں۔ کیونکہ ظاہر سے باطن اور صورت سے معنی کے طرف سیر کرنے کا نام فکر ہے اسی لئے پہلا سوال افکار سے کیا کہ مجھے اس بات کی حیرانی ہے جسے تفکر کہتے ہیں وہ کیا چیز ہے۔ جواب۔

۱۰  
۱۱  
۱۲  
۱۳  
۱۴  
۱۵  
۱۶  
۱۷  
۱۸  
۱۹  
۲۰  
۲۱  
۲۲  
۲۳  
۲۴  
۲۵  
۲۶  
۲۷  
۲۸  
۲۹  
۳۰  
۳۱  
۳۲  
۳۳  
۳۴  
۳۵  
۳۶  
۳۷  
۳۸  
۳۹  
۴۰  
۴۱  
۴۲  
۴۳  
۴۴  
۴۵  
۴۶  
۴۷  
۴۸  
۴۹  
۵۰

۳۷  
 کز میں معنی بمسا ند م در تحسیر  
 تفکر رفتن از باطل سوے حق  
 بجز رواند در بدیدان کل مطلق

یہاں باطل مقابلہ میں حق کے ہے۔ اور بسط حق حقیقی و اضافی ہوتا ہے۔ حق حقیقی وجود واحد مطلق ہے۔ اور مقابل میں وجود کے عدم ہے۔ پس اصل باطل حقیقی عدم ہوگا۔ اَلْکُلُّ شَیْءٌ مَّاخْلَا لِلّٰہِ بِالطَّلٰوِ اور حق اضافی وہ ہے کہ اس کا نفع بعضوں کو ہے بعضوں کو نہیں۔ جیسا شہد جس کا مزاج بار دہو وے او سکون نافع و حق ہے اور مزاج محرومی و صفر اوی کو مضر و باطل ہے۔ اسی تیس سے حق اضافی و باطل اضافی۔ یہ دونوں قسمیں حق حقیقی کے ہیں۔ کیونکہ وجود کے تحت میں داخل ہیں۔ تو اب باطل و حق جو اس شعر میں ہے سومرا حقیقی ہے معنی یوں ہوے کہ تفکر اصطلاح میں اس ظالیفہ کے سالک کا سیر کشفی ہے۔ اس طریق پر کہ کثرات و تعینات جو حقیقت میں باطل ہیں یعنی عدم میں۔ ان سے گذر کر حق کے طرف جانا جو حق حقیقی وحدت وجود مطلق ہے اور اس جانے سے مراد سالک کا وصول مقام فنا فی اللہ تک ہے۔

چنداں بروایں رو کہ دوی برخیزد	برہست ووی براہ روی برخیزد
تو اونشوی ولے اگر سعی کنسی	جاے برسی کز تو توئی برخیزد

اور دوسرے مصرع میں نہایت کمال معرفت کے طرف اشارہ ہے جو بقا باللہ ہے۔ یعنی تمام اشیاء کو ایک حقیقت کا منظر دیکھیں جو

تو اونشوی ولے اگر سعی کنسی

ہر جگہ ایک نوع و طور سے ظہور کیا۔ کیونکہ ہر مقید کو جب دیدہ بصر سے نظر کرے تو وہی مطلق ساتھ یقین کے۔ اور سوائے ہمت مطلق کے کوئی موجود حقیقی نہیں ہے۔

۴۴۔ حکیمان کا اندر میں کر دند تصنیف

چنین گویند در ہنگام تعریف

۴۵۔ کہ چون حاصل شود در دل تصور

نخستین نام وے باشد تذکر

۴۶۔ و زوچوں بگذری ہنگام فکر

بود نام وے اندر عرف عبرت

۴۷۔ تصور کاں بود ہر تدبیر

بہ نزد اہل عقل آمد فکر

۴۸۔ نیز ترتیب تصور ہائے معلوم

شود و تصدیق نام مفہوم مفہوم

یعنی حکیم لوگ تفکر کی اسطرح تعریف کرتے ہیں کہ جب دل میں کوئی تصور حاصل ہووے اور سکا پہلا نام تذکر ہے۔ اور جب فکر تذکرے سے گزرے تو اسکو عرف میں عبرت کہتے ہیں اور جو تصور کہ موصوف ساتھ تدبیر کے ہوا۔ اور ملاحظہ ترتیب خاص کہ موجب انادوہ مطلوب ہے۔ اہل عقل کے پاس اوس کا نام تفکر ہے۔ اور ترتیب تصور ہائے معلوم سے تصدیق نام مفہوم مفہوم ہوتی ہے۔ جس طرح



حقیقت انسان مجہول تصور ہی ہے کہ تصور حیوان اور تصور ناطق اور ترتیب خاص سے مفہوم ہوتی ہے۔

۷۸ مقدم چوں پر تالی چو ماور

نیچہ بہت نازندہ بر اور

۷۹ وک ترتیب مذکور از چہ چوں

بوجود تاج استعمال قانون

۸۰ دگر بارہ در ان گرنیت تائید

بر آئین کہ باشد محض تقلید

یعنی مقدمہ صنوی اور مقدمہ کبریٰ مانند ما بناپ کے ہیں۔ اور دونوں سے جو نتیجہ نکلتا ہے بجا نازندہ کے ہے۔ لیکن اس ترتیب مذکور میں جو حکیموں کا طریقہ ہے استعمال قانون کی محتاجی ہے۔ اور اگر تائید الہی اس میں نہ ہو تو البتہ یہ تقلید محض ہے جب کہ کثرت و وحدت متضاد ہیں مجر در ترتیب مقدمات کے مدفن الہی کا حصول مشکل ہے۔ اسی لئے فرمایا۔

۸۱ رہ دور و دراز است آن رہا کن

چو موسیٰ یک زماں ترک عصا کن

راستہ طریقہ استدلال کا دور و دراز ہے۔ یعنی نہایت مشکل اوست چھوڑ دے۔ اور مانند موسیٰ علیہ السلام کے ایک تھوڑی دیر عصا کو اپنے سے علیحدہ کر۔ یہاں عصا سے مراد دلیل ہے۔ طالب الہی کو

۱۔ یعنی مقدمہ کبریٰ  
خاص ہے ترتیب حیوان  
باقی در صورت حال  
مثلاً تصدیق محسوس  
ترتیب خاص سے اس  
مقدمہ پر ماور ہوتا

چاہئے کہ ترک طریقہ استدلال کر کے توجہ طرف مبداء حقیقی کے کرے اور ساتھ ارشاد پیر کامل کے آئینہ دل کو غبار اغیار سے صاف کرے تا جمال محبوب حقیقی اوس آئینہ میں منہ دکھاوے۔ اور دوسروں کو جو بیان ہے وہ عیاں ہووے۔

۱۲ در آدروادی ایمین کہ ناگماہ ۶  
درختے گویدت انی انا اللہ

یہاں وادی سے مراد وہ طریق تصفیہ ہے جو قابل تجلی الہی ہے اور درخت حقیقت انسانی ہے کہ محل تجلی ذات و صفات ربانی، شیخ اس بیت میں فرماتے ہیں کہ تصفیہ کا طریق اختیار کرنا بحکم غلبہ تجلی احدی اور اتحاد منظر و ظاہر کے اپنی حقیقت سے سماعت دل سے مدارائی انا اللہ سنے گا تو اور ساتھ دیدہ حق میں کے تو خود کو اور خدا کو دیکھے گا۔ اور پہچانے گا۔

بالیقین یہ تصدیق ہے

از پئے آب چو ماسی ہمہ عمر طیبید و انکبے خورشید آمد بکے لمحہ رسید ورنہ نزدیک از دوست کسی جمع مذید یا فتی گنج سعادت کہ بران نیت میزد	ہر کہ بیرون ز خود اند طلب سعی نمود آنکہ با عقل طلب کرد ہمہ عمر نایست خواب جہل از حرم قربت دور افکنند چونکہ خود را ہمہ دانی ہمہ بینی بقین
---	---

۱۳ محقق را چو از وحدت شہود است  
نخستین چشم بر نور وجود است

یعنی جو کامل کہ مراتب کثرت موہومہ صوری و معنوی سے عبور کر کے

ساتھ مقام توحید اعیانی کے پہنچے۔ اور ساتھ دیدہ و حق ہیں کے جگم  
 كُنْتُ بَصْرَةَ الَّذِي يَنْبِصُ بِي - صور جمیع موجودات میں ساتھ دیدہ  
 حق کے مشابہ و حق کا کرتا ہے اور خود کو اور تمامی اشیاء موجودہ کو  
 قایم بحق دیکھتا ہے۔

تو اس کی بصیرت  
 ہو گی جو جس سے دیکھتا ہے

۱۴  
 ولے کر معرفت نور و صفایہ  
 زہر پیڑیکہ دید اول خدا دید

کیونکہ اظہر اشیاء ہستی حق ہے۔ وہ خود ظاہر ہے اور دوسرے اشیاء  
 اس کے واسطے ظاہر ہیں۔ اسی واسطے محقق فرماتے ہیں الحق  
 فَحَسْبُكَ وَالْخَلْقُ مَعْقُونٌ - ۵

تو جہاں سے ارضت  
 خیال -

رویت و ظاہر است بعالم نیا کجا است | اگر و نہاں جو جہاں خود عیاں کجا است

اصطلاح میں اس طایفہ کے خدا یعنی اپنے وجود و واحد سے مراد ہے کہ  
 ہر جا ایک طرح کی تجلی فرمائی ہے اور نہ کاشفات اہل کشف بحسب اشارہ  
 و اوقات مختلفہ اپنے مقام سے خبر دیتے ہیں ایک کہتا ہے کہ مَا رَأَيْتُ  
 شَيْئًا إِلَّا وَرَأَيْتُ اللَّهَ قَبْلَهُ اور دوسرا کہتا ہے کہ مَا رَأَيْتُ شَيْئًا إِلَّا  
 وَرَأَيْتُ اللَّهَ بَعْدَهُ کیونکہ وہ حقیقت ساتھ عوارض مشخصہ و پر وہ تعینات  
 کے مستتر ہوی۔ پہلے نظر نقاب پر پڑھتی ہے بعد معشوق پر۔ اور  
 دوسرا کہتا ہے کہ مَا رَأَيْتُ شَيْئًا إِلَّا وَرَأَيْتُ اللَّهَ قَبْلَهُ کیونکہ صور  
 اعیان ممکنات جام و کاسہ اوس معنی حقیقی کے ہیں کہ جب ساتھ بارہ  
 کے ہوی ہے۔ اور ایک کہتا ہے کہ مَا رَأَيْتُ شَيْئًا إِلَّا وَرَأَيْتُ اللَّهَ

تو اس کی بصیرت  
 ہو گی جو جس سے دیکھتا ہے  
 تو جہاں سے ارضت  
 خیال -

اس لئے کہ حکم اتحاد و مظهر و ظاہر۔ عاشق و معشوق۔ خارج میں ایک  
دوسرے سے ممتاز نہیں ہیں۔ اگرچہ عقل دونوں میں تیز کرتی ہے۔  
اور ہر ایک کو دوسرے کا غیر سمجھتی ہے۔

۱۵۔ بونکر نکو را شرط تجرید  
پس انگہ لومہ از نور تا مید

یعنی نزدیک ارباب طریقت کے تفکر یہ الی اللہ و سیر فی اللہ و  
باللہ سے مراد ہے۔ جو موقوف تجرید ظاہر و تفرید باطن پر ہے۔  
یہ جسب ظاہر مال و ملک و جاہ و منصب سے منہ چراے۔ بلکہ  
جو چیز سالک کو راہ حق سے باز رکھے اس سے علیحدہ ہو جا۔ و جسب باطن  
اپنے دل کو غیہ حق سے معز کرے اور ایک لحظہ اس کے یاد سے  
نافل نہ ہو۔ اور تجرید ہی کافی نہیں بلکہ ایک لمحہ نور و اذن  
الہی سے بھی چاہئے۔ ۵

اگر از جانب معشوق نباشد کشت | کوشش عاشق بیچارہ بجائے نرسد

اسی لئے فرمایا۔

۱۶۔ ہر آن کس را کہ ایندو راہ نہ نمود  
ز استعمال منطلق بیخ نہ کشود

یعنی جو شخص منہں طریقت معرفت الہی میں مجر و عقل بے ارشاد کامل کے  
قدم رکھے یقین ہے کہ اسے گمراہی و جورت مذموم حاصل ہووے

۱۷۔ حکم فلسفی چوں ہست حیراں

نہی بیند از اشیا غیر امکان

ز امکان میکند اثبات واجب

۸۸

ازین حیراں شدہ در ذات واجب

صوفیہ صافیہ نے مشاہدہ کیا کہ ذات واحد جو مطلق ہے عالم غیب  
ہویت سے مراتب اسما و صفات و آثار میں تنزل کی ہے اور  
ہر جا اور منظر میں ایک طرح سے ظہور کی ہے اور تمام اشیا وجود  
حق سے قائم ہیں۔ اور قصائے سب کا قیوم ہے۔

پیش عارف شدہ سنی میں اسم

اور خ ازہر ذرہ نمودے ترا

گنج پناہ است زیر پر ظلم

دیدہ حق میں اگر بودے ترا

اور دوسری جماعت جو مقام تقلید میں ہے وجود ممکنات سے وجود  
واجب پر استدلال کرتی ہے۔ واجب الوجود وہ ہے کہ وجود  
اس کا اس کی ذات کا مقتضا ہووے۔ اور ممکن الوجود وہ ہے  
کہ اس کا وجود مقتضائے ذات سے اس کے ہووے۔ بلکہ  
ہو جو دیت میں غیر کا محتاج ہووے۔ جو علت اس کی ہووے  
اور جبکہ فلاسفہ اثبات ذات واجب ساتھ ممکن کے کرتے ہیں اسی  
معرفت واجب میں حیران رہتے ہیں۔ کیونکہ معلول اثر علت ہے  
اور آثار ساتھ ذات و صفات کے دلائل ذات و صفات موثر کے  
ہیں۔ اور ضرور ہے کہ دلیل میں مدلول سے کوئی چیز ہووے۔ اسی لئے  
مقدمات و دلائل عقلیہ نتیجہ پرست مل ہوتے ہیں۔ اور جب اون پاس

ذات ممکن من کل الوجوه خلاف ذات واجب ہے پس دلیل میں کوئی چیز بھی مدلول سے شامل نہ ہوگی۔ اور جب تک کہ کوئی چیز کسی شخص میں نہ ہو دے ثابت ہے کہ وہ چیز واسطے دوسرے کے بھی معرفت کا ذریعہ نہ ہو سکے گی اسی سبب سے حیرانی دسرگردانی ہے چنانچہ فرمایا۔

گئے از دور وار دسیر معکوس  
۸۹  
گئے اندر تسلسل گشتہ مجوس

اصطلاح میں دور کے معنی توقف ایک شے کا دوسرے پر۔ اور پھر توقف دوسرے کا وہی پہلی شے پر ہووے۔ جیسے وجود مرغ کا اندھ پر موقوف ہے۔ اور وجود اسی اندھے کا وجود اسی مرغ پر موقوف ہووے۔ اور تسلسل عبارت ہے وجود امور غیر متناہیہ سے ایک وقت میں اوپر سبیل توقف کے یعنی ایک دوسرے پر موقوف ہو۔ دوسرا تیسرے پر موقوف ہو۔ الی غیر نہایت ایسا ہی چلا جائے۔ جبکہ ممکن میں وجود عدم برابر ہے۔ پس البتہ جہت ترجیح احد الطرفین اوپر دوسرے طرف ممکن ہے محتاج بعلت ہے۔ اگر وہ علت واجب ہے تو دعائاً ثابت ہوا۔ اور اگر ممکن ہووے خالی نہیں کہ وہی ممکن مفروض اول ہے یا دوسرا ممکن۔ اگر اول ہووے دوسرے کیونکہ ممکن اول موقوف ساتھ ممکن دوم کے ہوا۔ اور ممکن دوم ممکن اول پر موقوف ہے۔ اور یہی سیر معکوس ہے۔ اور اگر وہ علت دوسرا

ممکن ہووے تو وہ بھی دو حال سے خالی نہیں۔ یا سلسلہ احتیاج منجر  
بواجب ہوگا یا نہ ہوگا۔ اگر منجر واجب ہوگا فہوالمراد۔ اور نہیں تو دوسرا  
ممکن معلول ہوگا۔ اور وہ دوسرا ممکن دوسرے ممکن کا معلول ہوگا۔  
اسی طرح یہ سلسلہ بلا نہایت چلا جائے گا۔ یہی تسلسل کی گرفتار ہی ہے  
کہ کتنے ہی علتیں فرض کر دو کسی مقام پر نہیں ٹھہر سکتے۔

۹۰ چوتھیں کرد در ہستی تو غل ۲۰

فرو چھپید پایش در تسلسل

یعنی جتنا کہ موجودات کو زیادہ ثابت کرتا ہے تو حید سے دور پڑتا  
اس لئے کہ جو شخص کہ حقیقتاً کو بوسیلا اشیا جانتا ہے حقیقت میں  
جاہل ہے۔ اور جو کہ اشیا کو حقیقتاً جانتا ہے وہ عارف ہے۔ ۵

غوش را عریا کن فضل و فضل

ترک نمود کن تا کن حجت نزول  
جبکہ معرفت ایک چیز کی ایک چیز سے یا ساتھ مالمت ذات کے ہوتی  
ہے یا مشابہت صفات سے۔ اس لئے فرمایا کہ۔

۹۱ ظہور جبکہ اشیا بصد است

ولے حق را نہ مانند و نہ است

یعنی خدا تعالیٰ کا کوئی ذات و صفات میں شریک نہیں ہے بلکہ  
ذات و صفات جمیع مخلوقات کے عکس اوس کے ذات و صفات  
کے ہیں کہ آئینوں میں کثرت عالم کے ظاہر ہوئے ہیں۔ ۵

وَ مَا هِيَ إِلَّا أَنْ بَدَأَتْ بِمَظَاهِرِهَا  
فَنظَنُوا سِوَاهَا وَ هِيَ فِيهَا مَجْمَعَاتُهَا

ظننا سواہا ظاہر ہوئے  
و ما ہئی الا ان بدات بمظاہر  
تجلی ہے اور ان کے لئے  
اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ ۱۲

مہر خسار تو حمی تا بید ز ذرات جہاں | ہر دو عالم پر ز نور و دیدہ نامینا چہ سُو  
ہستی حق کی دلیل حق کے سوا نہیں ہو سکتی ہے۔ کیونکہ کثرت کو اس  
کے ہستی کے طرف راہ نہیں ہے اور دلیل کو ہستی ضرور ہے۔

۹۲ | چونو ذوات حق راضد و ہمتا

مذاخم تا چگونہ داند اورا

یعنی جب ذات حق کو کوئی مشابہ و مماثل نہیں ہے۔ بلکہ جو کچھ ہے وہی  
کسی نے حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ سے پوچھا۔ مَا الدَّلِيلُ عَلَى  
وُجُودِ الصَّارِعِ یعنی صانع کے وجود پر کیا دلیل ہے فرمایا اَغْنَى الْقَبْأِ  
عَنِ الْمِضْبَاحِ یعنی صبح ہونے کے بعد چراغ کی ضرورت نہیں قَبْحَانَ  
مَنْ لَيْسَ لِدَانِهِ خِفَاءٌ إِلَّا الظُّمُورُ وَلَا لَوْجِهِ حِجَابٌ إِلَّا النُّورُ۔

حجاب و تو ہم روی است در ہمال | نہاں چشم جانے ز بسکہ پیدائی

حضرت خواجہ عبدالصمد انصاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اَللَّعْمُ  
تَلَطَّفَتْ بِأَوْلِيَاكَ فَهَرَفُوكَ۔ وَ لَوْ تَلَطَّفْتَ بِأَعْدَاكَ لَمَا جَحَدُوا  
یعنی یا اللہ تو نے جو اپنے اولیا پر مہربانی فرمائی تو انہوں نے تجھے پہچانا۔  
اور اگر تیرے دشمنوں پر بھی مہربانی فرماتا تو وہ بھی تیرے منکر نہوتے۔

۹۳ | مذار و ممکن از واجب نمونہ

چگونہ داندش آخسر چگونہ

ذات واجب الوجود مطلق ہے۔ اور ذوات ممکن عدم اور کس چیز  
کا جانا بغیر اس چیز کے نمونہ کے کہ ذات میں جاننے والے کے ہوگا

اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔  
جس کے بغیر ہر چیز کا سبب  
اور اس کا وجود ہے اور حجاب  
اور لا حجابی کا ہے



محال ہے۔ ہستی ممکن صرف اضافت ہے۔ اور ذوات و صفات و افعال  
اشیاء سب عکس ذات و صفات و افعال الہی ہیں کہ آئینوں میں  
تعیینات کے جلوہ گر ہیں۔ اور جب تحقیق سے دلیل کو تصور کرو گے تو عین  
مدلول ہے۔ اور کسی ایک شے کو دلیل و مدلول بنانا جہالت ہے۔ کیونکہ  
دلیل چاہتی ہے کہ مدلول سے اظہر ہووے ہاں تھتعالیٰ کا عارف ہی  
ہو سکتا ہے کہ وجود اضافی مجازی کو سطوت نور وحدت میں اوسکے  
فانی کرے۔ اور باقی بقا حق ہووے۔ اور حق سے حق کو دیکھے  
اور جانے۔

۹۴ زہت ناداں کہ او خورشید تاباں

بنور شمع جوید در سیاہاں

یعنی وجود واجب کو ممکن سے پہچاننا اس طرح ہے کہ کوئی شخص آفتاب کو  
بیابان میں یعنی ایسی جگہ میں جہاں حجاب و حایل نہ ہووے نور  
شمع سے ڈھونڈے۔ اور طرہ یہ کہ اوس شمع کا نور بھی اوس آفتاب  
سے مقبض و حاصل ہووے۔

۹۵ اگر خورشید بر یک حال بودے

شعاع او بہ یک منوال بودے

۹۶ ندانتے کے کہیں پر تو اوست

نہوے بیچ فسق از مغربا پست

یعنی اگر آفتاب کو طلوع و غروب نہ ہوتا اور شعاع نور اوسکا ہمیشہ ایک

حال پر رہتا تو کسی شخص کو بھی یہ معلوم نہ ہوتا کہ یہ روشنی جو عالم میں ہے آفتاب کی پر تو سے ہے۔ بلکہ یہ سمجھتے کہ عالم اپنے ہی نور سے روشن ہے۔ اسی طرح تجلی نور الہی جو ہمیشہ تاباں ہے۔ غایت شدت ظہور سے موجب خفا و حق ہے۔

۹۷ جہاں جسم فروغ نور حق داں

حق اندر سے زپیدا بیت پنہاں

یعنی جہاں بہ لحاظ ذات طلعت و عدم ہے۔ اور ہستی کے عالم میں نظر آتی ہے روشنی نور وجود حق ہے۔ کیونکہ جب طرح درمیان میں موجود و معدوم کے واسطہ نہیں ہے۔ اسی طرح وجود و عدم میں بھی واسطہ نہیں ہے۔ جب طرح آفتاب نصف النہار میں شدت ظہور سے دیدہ اوس کے نور کا اور اک نہیں کرتا ہے اسی طرح نور خورشید ذات احدیت غایت ظہور سے اپنے پر تو میں مخفی نظر آتا ہے۔

۹۸ چو نور حق ندر و نقل و تحویل

نسیا ید اندر و تفسیر و تبدیل

یعنی نور حق تعالیٰ متواتر و متوالی تجلی شہودی سے ماہیات ممکنہ کے آئینوں میں منعکس و تاباں ہے۔ اور اس تجلی کا فیض فیض مطلق کی ذات سے برگز منقطع نہیں ہوتا۔ اسی لئے نور الہی تجلی نامتناہی میں تغیر و تبدیل نہیں ہے۔ اسی سبب سے وہم ہوتا ہے کہ اشیاء کو وجود اپنے سے ہے اسی لئے فرمایا کہ۔

۹۹

تو پسنداری جہاں خود بہت و ایم

بذات خویش تن پیوستہ تسایم

یعنی ارباب عقول ضعیفہ مشاہدہ نور آفتاب حقیقی کی تاب نہ لا کر گمان کرتے ہیں کہ اشیا رکا وجود علیحدہ ہے۔ اگر مرتبہ وحدۃ الشہود کو پہنچتے تو جانتے کہ وجود واجب مظاہر اسکانیہ میں ظاہر ہے۔ اور نہایت شدت ظہور نور وحدت سے انعکاس اوس کے موجودات متکثرہ نظر آکر منزل اقدام عقول ہوسے۔ یہاں تک ہر ایک کو ایک وجود علیحدہ تصور کرنے لگے پس حسب قدر دلائل فراہم کرتے ہیں اوسی قدر اپنے مقصود سے دور ہوتے جاتے ہیں۔ اسی سبب سے فرمایا کہ۔

کے کو عقل دور اندیش دارد

۱۰۰

بے گشتگی در پیش دارد

ز دور اندیشی عقل فضولی

۱۰۱

یکے شد فلسفی دیگر حلولی

یعنی عقل فضولی کی دور اندیشی سے اشیا کے وجود کو غیر حق تصور کرتی ہے۔ ایک جماعت غیبت وجود واجب اور معلولیت وجود ممکن کے قایل ہوسے وہ فلسفی ہیں۔ اور ایک گروہ کہتا ہے کہ ہمتعالی ساتھ ذات و صفات کے نشا انسان کامل میں حلول فرمائا میں نصار علی کے حضرت عیسیٰ کے متعلق۔ اور نصیریہ کا حضرت علی کے متعلق اعتقاد ہے۔ اور حق بات یہ ہے کہ اور اک توحید

حقیقی کشف والہام و شہود کے سواے میرے نہیں ہو سکتا اور عقل کے نسبت کشفونات سے ایسے ہی ہے جیسے حواس کی معقولات سے۔ یعنی جس طرح حواس اور اک معقولات نہیں کر سکتے اسی طرح عقل بھی اور اک کشفونات نہیں کر سکتی جس طرح فرمایا کہ۔

۱۰۲ خرد را نیست تاب نور آرزوے  
بر و از بہر او چشم دگر جوے

جو دیدہ کہ اور اک حق کر سکتا ہے وہ دیدہ دل ہے جس کا نام بصیرت ہے۔ جب تک دیدہ بصیرت سر نہ جو بہر ریاضت و سلوک و تزکیہ نفس و تقیہ قلب و تجلیہ روح سے منور نہ ہووے جمال دوست کا مشاہدہ بطریق شہود کے نظر نہ آے۔ اور یہ امر بافتراق ارباب ہے طریقت کے سواے ارشاد پیہ کامل حق میں و حقدان کے حاصل نہ ہو

۱۰۳ دو چشم فلسفی چون بود احوال  
ز وحدۃ دیدن حق شد منظر

احوال او سکو کہتے ہیں کہ ایک کو دو دیکھے۔ جب حکیم فلسفی نے وجود ممکن کو غیر وجود واجب اعتقاد کیا ہے۔ اسی لئے وحدۃ حقیقی نظریہ آئی۔ اور ذوق شہود تو حید سے محروم ہوا اور صوفیہ کے پاس ایک ذات ایک حقیقت ہے کہ بحکم تجلی اسم ظاہر کے جمیع مظاہر میں ظہور کر کے ہر رنگ میں آپ ہی ظاہر ہوا۔ اور جب ظاہر و باطن میں سدا سے اوس حضرت کے کوئی چیز نہیں ہے تو فرماتے ہیں کہ۔



ضرورت ہے کہ اوس روح کو منظر جسمانی ہووے کہ قیام اوس روح کا منظر سے ہووے۔ اور جس وقت کہ وہ منظر خراب ہووے چاہے کہ دوسرے منظر سے بے انقطاع کے تعلق اوس کا ہووے۔ خواہ وہ منظر اعلیٰ ہووے یا اونے۔ یہ تنازع ہے جو کفر و باطل ہے۔ اس لئے کہ اعمال کا بدلہ بطرح کہ انبیاء علیہم السلام نے فرمایا ہے، وہ اس کے قابل نہیں ہیں۔ اور قیامت کے منکر ہیں اور ارواح کو احتیاج اجسام کی کیا ضرورت۔

۱۰۶ جو آگہ بے نصیب از ہر کماست  
کے کو را طہ ربق اعتر است

مستزاد وہ گروہ ہے کہ نقاسے حق کے دنیا و آخرتہ میں منکر ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ بندہ اپنے افعال کا آپ خالق ہے۔ نیکی تھتالی سے ہے۔ اور بدی نفس سے۔ اور ترکب کہیہ نہ مومن ہے نہ کافر۔ بلکہ ایک مقام دو مقاموں کے درمیان میں ثابت کرتے ہیں۔

۱۰۷ کلامے کو نذارد ذوق توحید  
ز تار کی درست از غیمہ تقلید

کلامی وہ جماعت ہے کہ علم کلام کے طرف منسوب ہے۔ اور کلام مراد ہے معرفت عقاید کی ساتھ دلائل عقلیہ کے جس کی تائید نقل سے ہوتی ہو یعنی مستکملی ذوق توحید عیانی تک نہ پہنچے۔ اور نور و حدتہ حقیقی کو دیدہ مکاشفہ سے نہ دیکھ سکے اسی لئے برسبیل عموم فرماتے ہیں کہ۔

۱۰۸ رد و وارو و چشم اہل ظاہر

کہ از ظاہر نہ بیند جز مظاہر

یعنی اہل ظاہر حق کو ساتھ تجلی اسم ظاہر کے اوس مظاہر میں ظاہر نہیں دیکھتے ہیں۔ اور نہیں سمجھتے ہیں کہ وہی تمام صورتوں میں جلوہ گرت۔ ۵

یا پیشیت خاطر و توازن خودی غایب ازو | باخود آخسر چه گم کردی بگو

۱۰۹ ازو چہ بگفتند از ذکر و بیش

نشانی دادند از دیدہ خویش

یعنی ہر شخص اپنی قابلیت اور استعداد فطری کے موافق اوس کا نشان دیتا ہے اسی لئے اوں کے مشاہدوں میں اختلاف ہوا ہے اور سرایان ذات تعالیٰ سرجو موجودات میں ہے غافل ہیں۔ اور انھیں حقیقت حالت خبر نہیں فرماتے ہیں۔

۱۱۰ منزہ ذاتش از پسند و چوچون

تعالیٰ شانہ عمنما یقولون

یعنی ذات حق کم و ماہی و کیف سے منزہ ہے۔ اور اوسکو ساتھ کسی چیز کے کسی طرح نسبت نہیں ہے اس لئے کہ اوس حضرت میں کوئی چیز ہی نہیں ہے جب سوائے اس کے کوئی موجود ہی نہیں ہے تو اوس کی دلیل سوائے اوس کے نہیں ہو سکتی کہ لا یحتمل عطا یا اھم الا مطایا اھم اور ساکب راہ طریقت کی نہایت روش اس کے سوا نہیں ہے کہ حق کی تجلی میں نمودار سلاشی ہووے۔ اور اپنی اصلی مست

اوس کے نسبت جو ہے  
بہیں اوس سے اوس کی  
شان بلا تری ہے۔ ۱۰

اوں کے عطیات کو انھی  
سے سوا کیاں اور خدا ہی

کے طرف رجوع کرے۔

سوال - کہ اجماعی فکر یا راہِ شرط راہِ مست  
۱۱۱ چرا کہ طاعت و گناہے گناہے مست

یعنی سائل پوچھتا ہے کہ وہ فکر جو سالکانِ راہِ حقیقت کے لئے ضروری  
ہے کونسی ہے۔ اور کیا سبب ہے کہ وہی فکر کبھی طاعت کہی گناہ ہو جاتی ہے

جواب - در آں فکر کردن شرط راہِ مست

۱۱۲ و لے در ذات حق محض گناہ است

چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ تفکر وافی الاء اللہ ولا تفکر و فی ذات اللہ

یعنی اللہ تعالیٰ کے نعمتوں میں فکر کرو۔ اور اوسکی ذات میں فکر نہ کرو  
یہاں مراد اوستے صفات و افعال الہی ہے۔ جو تمام نعمتوں کا منشاء ہے

۱۱۳ بود۔ ذات حق اندیشہ باطل

محال محض دان تحصیل حاصل

جب ذات حق تعالیٰ ہستی مطلق سے مراد ہے۔ اور دلیل کو بھی

ہستی ضرور ہے۔ پس جو چیز کہ ذہن میں یا خارج میں تصور اوس کا کر کے

صرف ذات حق کے لئے وسیلہ بنائیں۔ اللہ تعالیٰ اوس چیز سے

بھی زیادہ حافرو حاصل ہے کیونکہ عام خاص سے زیادہ ظاہر ہے پس

انگہر ذات حق میں تحصیل حاصل ہے اور یہ باطل محال ہے اسی لئے فرمایا

۱۱۴ چو آیا تست۔ روشن گشتہ از ذات

مگر در ذات اور روشن ز آیات



۱۱۵ ہم عالم بنو۔ اوست پیدا

کجا او گرد از سالم ہویدا

نگنجد نور ذات اندر نظام

۱۱۶ کہ سبحات جلاشن سبت قاهر

یعنی تمام ایمان موجودات ممکنہ نور حق سے متجلی ہیں اور اوس تجلی کے واسطے ان اشیا کی صورت ہے۔ اور کوئی شے اوس کے ظہور کا سبب نہیں ہو سکتی ہے۔ کیونکہ کوئی چیز اوس کے سوا سے نہیں ہے۔ اس اوس کے ہویدانی کا وسیلہ بن سکے۔ بلکہ تمام تعینات اس وقت سے ظاہر ہیں۔ اور جب نور تجلی نواتی ہووے تو موجب فی تعینات ہے اس لئے کہ نور ذات مظاہر میں گنجائش نہیں رکھتا ہے۔ اور اوس کے سبحات جلاشن یعنی انوار عظمت کہ لانی سب کو مٹا دیتے ہیں۔

اے شاہ عالم سوز من	وے ماہ جان افروز من
اے ساز من اے سوز من	کے جہنم بار و گرنو

۱۱۷ رہا کن عقل۔ ابا حق ہمیں باش\*

کہ تاب خوردار چشم خفاش

یعنی جب معرفت حقائق و سائل و دلائل سے حاصل نہیں ہو سکتی ہے پس عقل وسیلہ جوئی کو چھوڑوے۔ اور مرشد کامل کے ارشاد کے موافق ہمیشہ یا حق میں رہو۔ تا آئینہ دل زنگ کثرت سے مصفا ہو کر مجلا و محل تجلی الہی ہووے۔ اور حق سے حق کو

مشاہدہ کرے اور بوسیلہ آلہ کے کہ فکر ہے معرفت تامہ حاصل ہووے۔ یہی طریقہ اولیا و انبیاء کا ہے۔ اور عقل اس جگہ مثل خفاش ہے۔ اس لئے فرمایا کہ۔

۱۱۸ در اں موضع کہ نور حق و یلیست

چہ جاے گفتگوئے جبرئیلیست

۱۱۹ فرشتہ گرچہ وارد قرب در گاہ

بگنجند در مقام لی مع اللہ

۱۲۰ چو نور او ملک را پر بسوزد

خسرو را جہلہ پاوسہ بسوزد

یعنی جب نور تجلی الہی را بر ہی کرتا ہے۔ سالک بغیر واسطہ کے حق تک پہنچ جاتا ہے۔ اور مرتبہ انسان کامل کا بلحاظ حصول جمعیت اسماء الہی و حقایق کونی کے مقرب فرشتہ سے بھی افضل ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

کہ لِي مَعَ اللَّهِ وَنَتَّى لَا يَسْمَعُ فِيهِ مَلَكًا مُقْرَبٌ وَلَا نَبِيًّا قُرْسَلٌ۔

بعض کہتے ہیں کہ یہاں نبی مرسل سے مراد آنحضرت کی ذات مقدس ہے

آخروہ بھی تعین ہے۔ اور تعین کو اس حضرت میں گنجائش نہیں

چنانچہ فرمایا کہ فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا۔ اسی مقام طرف

اشارہ ہے۔

۱۲۱ بود نور خسرو در ذات نور

بعض کہتے ہیں کہ یہاں نبی مرسل سے مراد آنحضرت کی ذات مقدس ہے آخروہ بھی تعین ہے۔ اور تعین کو اس حضرت میں گنجائش نہیں چنانچہ فرمایا کہ فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا۔ اسی مقام طرف اشارہ ہے۔

بساں چشم سرور چشمہ خور

یعنی جب طرح دیدہ ظاہر آفتاب کے دیکھنے سے غیرہ و تاریک ہوتا ہے اس طرح دیدہ عقل نور تجلی ذاتی سے تاریک ہو جاتا، اور غایت قرب عدم رویت کا سبب ہے۔ جس طرح فرماتے ہیں۔

جو مبصر با بصر نزدیک گرو ۱۲۲

بصر ز اور اک و تاریک گرو

یعنی جب طرح دیدہ کی نسبت کرتے مزیات کا بہت نزدیک ہونا سبب تاریکی بصر اور عدم اور اک مبصر ہوتا ہے۔ یہی حال دیدہ باطن کا بھی ہے۔ جبکہ غایت نزدیک سے دیدہ میں تاریکی ہوتی، اور اور اک حاصل نہیں ہوتا اس لئے فرمایا۔

سیا ہی گریہ دانی نور ذاتست ۱۲۳

بتاریکی دروں آب حیاتست

یعنی سیا ہی کہ مراتب مشاہدات میں دیدہ بصیرت سے جو سا لک کو نظر آتی ہے وہ بسبب نہایت نزدیک کے بصر و بصیرت کو حاصل ہوئی ہے۔ اور اسی تاریکی میں نور ذات ہے جو مقتضی فنا ہے اور آجیات بقا باللہ جو موجب حیات سرمدی ہے۔ خلاصہ یہ کہ جو اس معنی کو ذوق سے حاصل نہ کرے اس سے جس قدر بیان کیجے ستر و خفا بڑھتا جاتا ہے۔

سیہ جز قابض نور بصر نیست ۱۲۴

نظر بگذار کیں جا نظر نیست

یعنی نور سیاہ جو غایت قربت بہت وہ نور بعصر کو قبض کرتا ہے اور بصیرت اس حال میں بے اور اک ہوتی ہے اسی لئے کہا کہ نظر چھوڑوے۔ کیونکہ نظر ناظر و منظور کو چاہتی ہے۔ اور یہ تمام نظر نہیں ہے۔ کیونکہ یہاں مرتبہ فنا و محو تعینات و رفع اثنیات ہے

۱۲۵ چہ نسبت خاک را با عالم پاک

کہ اور اکست بسزا زورک اور اک

یعنی نہایت کمال ممکن یہ ہے کہ اپنی اصلی آدمیت کے طرف جمع کرے۔ اور اپنی نادانی و غیبی کو جانے۔ اور یقین کرے کہ جنایت علم و اور اک عدم اور اک ہے۔ کیونکہ مد رک حقیقی غیر فنا ہے۔ اور علم فنا ہی یہی مقام حیرت و استغراق ہے اور یہی ہے کہ ظہور  
فَاءَ مَنْ لَا يَكُنْ وَبِقَاءِ مَنْ لَا يَزِلْ اَوْ يَكْمُرُ اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ كَذِبًا  
اَنْ تُوَدَّ وَاَنْتَ لَا تَاْتِ اِلٰى اَهْلِهٰمَ اِنَّهٗنَّ هُنَّ حِسْتٌ كُو ادر نیستی کو  
راج ہووے۔ پس ممکن امکانیت کے لحاظ سے ہمیشہ نیست و ظلمت  
میں ہے اس لئے فرمایا۔

۱۲۶ سیر روی ز ممکن درو و عالم

جدا ہرگز شد و اللہ اعلم

یعنی سیر روی جو اول ظلمت و نیستی و جدا مکانیہ ہے ہرگز ممکن ہے جدا نہوگی۔ اور ہستی ممکن عبارت ظہور و وجود واجب سے ہے

نور صاف و روشن ہے  
اور ہستی کی حالت  
ظلمت و غیبی ہے  
مگر جب سے نور ظہور  
کرتی اور ہستی  
موجود ہوتی ہے

ادسکی صورت میں یہی وجہ باقی ہے۔ **تَاَعْنِدْكُمْ يَنْقَلُ وَمَا عِنْدَ الرَّقِ**  
 باقی -

۱۲۷ سواد الوجہ فی الدارین درویش  
 سواد اعظم آدبے کم و بیش

اصطلاح صوفیہ میں فقہ فنائی اللہ سے مراد ہے۔ اور یہ سواد وجہ سواد  
 اعظم ہے۔ اس لئے کہ سواد اعظم وہ ہے کہ جو کچھ چاہیں اس میں  
 ہو دے۔ اور جو کچھ تمامی مراتب موجودات میں مفصل ہے اس  
 مرتبہ میں بطریق اجمال ہے۔ جیسے جواز تخم میں۔ چونکہ یہ مقام بیان کرنے  
 سے اعلیٰ ہے اس لئے فرمایا کہ۔

۱۲۸ چہ میگویم کہ بہت این کتہ باریک  
 شب روشن میاں روز تاریک

احتمال ہے کہ مراد شب روشن سے ذات احدیت ہو دے سبب  
 بیزنگی و بے تعینی کے شب سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اس لئے جسطرح  
 رات میں کسی چیز کا ادراک نہیں ہو سکتا ہے اسی طرح مرتبہ  
 ذات میں کہ مرتبہ فنا نظر ظاہر ہے ادراک و شہود نہیں رہتا  
 روشن اس لئے کہا کہ سب اشیا اور اوس کی روشنی سے نمودار  
 ہیں۔ اور روز تاریک سے مراد لعینات و کثرت امکانی ہے جو  
 مثل روز نمودار کھتے ہیں لیکن فی حد ذاتھا تاریک و عدم میں  
 پس باوجود ظہور کے مخفی نظر آتے ہیں۔ چونکہ اکثر ظہار اسرار

یہ کچھ تھا جسے باقی ہے  
 نامہ سواد اعظم اور باقی  
 ذہنی ریاضت جو اولہ کی پاس  
 ہے۔



یعنی کہ جب مشاہدہ جرم آفتاب کا پانی میں کریں تو اس قدر مانع  
 رہو کہ نہ ہوتے۔ بلکہ ایک طح کا اور اک ہو سکتا ہے اس  
 تمثیل سے غرض معقول کا محسوس پرتیاس کرنا ہے اسی لئے فرمایا کہ  
 عدم آئینہ ہستی مطلق

۱۳۴  
 کز و پیدا است عکس تابش حق

یعنی ہستی مطلق کہ نور مطلق ہے اگر مقابل میں اوس کے ایسی چیز  
 نہ ہو دے کہ نور مطلق کا اثر ان کتہ نظر آ رہے تو کسی وجہ سے مد رک  
 نہ ہو سکے گا اور مقابل ہستی کا نیستی کے سوا ہے نہیں ہے پس  
 عدم وجود کا آئینہ ہوا جہاں عدم سے مراد اعیان ثابتہ ہیں۔  
 یعنی ماہیات ممکنہ جسکا نام صورت ظلیہ بھی ہے۔ اور نور وجود نے  
 اوان کے استعدادات و قابلیات کے موافق اوس میں ظہور  
 کیا۔ یعنی آئینہ عدم سے کہ اعیان ہے عکس تابش نور وجود حق  
 ظاہر ہے۔ اور حقائق صورت اعیان میں ظہور کیا۔ اور ان کے  
 آثار و احکام وجود میں ظاہر ہیں۔ اور وہ اوسطی معدوم ہیں  
 اور یہ مسئلہ بعد کشف کے کما بین فی سمجھ میں نہیں آتا۔

۱۳۵  
 عدم چوں گشت ہستی را مقابل

در و عکس شد اندر حال حاصل

۱۳۶  
 شد آن وحدۃ ازین کثرۃ پدیدار

یکے را چوں شمر و می گشت بسیار

یعنی وہ وحدۃ حقیقی کہ وہ ہستی مطلق ہے اس آئینوں کی کثرت سے  
 کہ اعیان ثابتہ ہے ظاہر ہوئی۔ باوجودیکہ کثرت تعینات میں ظہور  
 کی ہے۔ کیسے طرح کی کثرت حقیقت میں اس وحدۃ کے لازم نہ ہو سکے  
 مثل واحد کے کہ دوبار گئے تو دو ہووے۔ اور تین بار گئے تو تین  
 ہووے۔ اور اسی پر قیاس کر۔ لیکن وہ وحدۃ ہر گنتی میں ایک  
 صفت کی خصوصیت اور ایک ہم سے ممتاز ہوئی۔ اور اس کمالات  
 صفات کی نہایت نہیں ہے جس طرح فرمایا۔

۱۳۷ عدد اگر چہ یکے دار و بدایت

ولیکن نبودش ہرگز نہایت

جان کہ واحد مبدأ و منشاء جمیع اعداد ہے۔ اور تمام عدد اس سے  
 حاصل ہوئے ہیں بلکہ وہی ہے کہ تمام اعداد کا عین ہے۔ لیکن  
 عدد کو نہایت نہیں ہے۔ اور اس میں اشارہ ہے ظہور ات  
 الہی کے عدم انحصار کے طرف اور ظاہر ہے کہ جب آئینہ صاف  
 ہوگا صورت بھی نظر آئیگی اس لئے فرمایا کہ۔

۱۳۸ عدم در ذات خود چوں بود صافی

از و تا ظاہر آمد گنج مخفی بے

۱۳۹ حدیث کنت کنز آرا فرد خواں

کہ تا پیدابہ بینی سر نہاں

جبکہ میتی آئینہ ہستی ہے اسی لئے مرشدان طریقت سالکوں کو



فرماتے ہیں کہ نفی خواطر اور باطن کو غیر سے خالی کرنے میں کوشش کریں۔ تا اوندکا دل بعضے صفات کی ہستی سے متصف ہووے۔ تا اوس نسبتی کے واسطہ سے نمایندگی کی قابلیت پیدا ہو کر حقیقتاً کی تجلی دیکھے۔ ۷

آنکہ اوبلے نقش و سادہ سینہ شد	نقشہ ہائے غیب را آئینہ شد
آئینہ دل چون شود صاف و پاک	نقشہ ہا میند برون از آب و خاک
ہم ہم میند نقش و ہم نقاشش را	فرش دولت اودم فرماش را

حدیث قدسی۔ کُنْتُ كُنْزًا مَخْفِيًّا فَاحْبَبْتُ أَنْ أَعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لَكِي أَعْرَفَ اس بات کی دلیل ہے یعنی ذات حق جو ہستی مطلق ہے اپنے کمال نورانیت میں مخفی تھی۔ اور تمام کا ظہور تجلی شہودی پر موقوف تھا کہ مراد ظہور حق سے ساتھ صورت ایمان ثابہ کے ہے پس خَلَقْتُ الْخَلْقَ لِكِي فَأَعْرَفَ اس تجلی کے طرف اشارہ ہے اور ظہور و حقی امر نبی میں نہ اور اک و شعور ہرگز ذات سے منفک نہیں ہے۔ شہود اجمال میں اِنَّ اللّٰهَ لَغَفِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ اور شہود تفصیلی میں اِنَّ اَدَمَ اِنَّا جَعَلْنٰكَ مَحْبُوْبًا عَلَيْنَا كُنْ لِيْ مَحْبُوْبًا جبکہ پانا اس معنی کا صورت عکس میں کہ عالم ہے سوائے انسان نہیں ہو سکتا ہے۔ اس لئے فرمایا کہ۔

۱۳۰۔ عدم آئینہ عالم عکس و انساں

چو چشم عکس دروے عکس پنہاں

عالم کو کہ واسطہ واکہ علم کا ساتھ وجود حق کے ہے عالم کہتے ہیں

یہاں جو کچھ ہے  
یہاں جو کچھ ہے  
یہاں جو کچھ ہے  
یہاں جو کچھ ہے  
یہاں جو کچھ ہے  
یہاں جو کچھ ہے  
یہاں جو کچھ ہے  
یہاں جو کچھ ہے  
یہاں جو کچھ ہے  
یہاں جو کچھ ہے

اللہ تعالیٰ تمام عالم سے  
تیسرا ہے پورے عالم سے  
اسے بن آدم پہلا ہے  
اور حق کے جو تیسرے ہے  
اس میں تیسرا دست پہلا  
پس تیسرا پہلا اور  
تیسرے حق کے جو تیسرا ہے  
یہاں جو کچھ ہے

یعنی عدم کہ اعیان ثابتہ ہے آئینہ وجود حق ہے۔ اور عالم اوس وجود کا  
 عکس ہے کہ بواسطہ تقابل کے آئینہ عدم میں ظاہر ہوا۔ اور اوس عکس کو  
 ظل بھی کہتے ہیں اس لئے کہ جب طرح ظل نور سے ظاہر ہے۔ اور نور سے  
 قطع نظر کریں تو عدم ہے۔ اسی طرح عالم نور حق سے پیدا اور روشن ہے  
 اور ذات کے نظر کرتے عدم و ظلمت ہے۔ اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ كَيْفَ  
 مَدَّ الظِّلَّ یُنۡبِئُکَ تَوَدِّدُهٗ اَعْتَبَا ۗ نَحْنُ لَمَّا کُنَّا نَحْنُ لَمَّا کُنَّا  
 حقائق کے کس طرح وجود اضافی کو جو پر تو نور وجود حقیقی ہے۔ اعیان  
 ممکنات پر مستند و منبسط کیا ہے۔ اور انسان اس عکس کا جو عالم ہے  
 آئینہ ہے۔ جب طرح کہ تمام چیزیں آنکھ سے نظر آتی اور ظاہر ہوتی ہیں  
 اسی طرح اسرا الہی انسان سے ظاہر ہوتی ہیں اور ایجاد عالم سے جو  
 مقصود ہے وہ انسان ہی ہے۔ جب حقیقت میں صورت انسانی کہ  
 چشم عالم ہے حقائق کے اپنا مشاہدہ جہاں دکھلا رہا ہے اس لئے زمانا کہ  
 تو چشم عکسی و او نور دیدہ  
 بدیدہ دیدہ را دیدہ کہ دیدہ

یعنی انسان چشم عالم ہے جو عکس وجود حق ہے۔ اور حقائق کے  
 اس دیدہ کا نور۔ یعنی انسان الہی ہے۔ جاننا چاہئے کہ ایک  
 شخص آئینہ میں اپنے عکس کو دیکھتا ہے۔ اور جو شخص میں ہے وہ عکس  
 میں بھی ہونا چاہئے جب طرح اصل کو آنکھ سے اسی طرح عکس کو بھی ہے  
 اور جب طرح دیکھنے والے کے دیدہ میں تمام صورت عکس کی منطبق ہے

تفسیر آیت قرآنی  
 کیا تو نے اپنے پروردگار  
 سے ظلمت نہیں دیکھنا  
 کہ کس طرح سایہ کی طرح  
 ہے۔

عکس کے دیدہ میں بھی تمام صورت دیکھنے والے کی منطبق ہوگی حاصل  
 معنی دوسرے مصرع کے یہ ہیں کہ دیدہ یعنی ساتھ انسان کے کہہا گیا  
 چشم عکس ہے دیدہ رائے انسان العین کو کہ حقائقے مراد ہے جو نور  
 دیدہ ہے۔ کیونکہ دیدہ بسبب اس کے دیکھتا ہے۔ یعنی دیدہ انسان  
 جو انسان میں پنہاں ہے دیدہ ہے۔ اسنے بواسطہ انسان کے حق کو  
 دیدہ حق دیکھا اور خود آپ اپنے خوری کا دیکھنے والا ٹھہرا۔ یہ عجیب کتہہ  
 ہے کہ حقائقے ایک وجہ سے انسان العین ہے اور ایک وجہ سے  
 انسان انسان العین ہے جبکہ عالم ساتھ انسان کے جو بجا و اس کے  
 دیدہ کے ہے مثل ایک شخص کے ہے جس کا نام انسان کبیر ہے۔ اور  
 اس سبب سے کہ انسان حقیقت و خلاصہ سب کا ہے ایک علمدہ جہاں  
 ہے۔ اور فی الواقع جو نسبت حقائقے کو انسان سے ہے وہی نسبت  
 انسان کو جہاں سے ہے جس طرح فرمایا کہ۔

۱۳۲ جہاں انسان شد و انسان جہاںے

ازین پاکیزہ تر بنو و بیانے

یعنی جہاں ساتھ انسان کے انسان کبیر ہے۔ اور انسان سب کا  
 خلاصہ ہو کر ایک علمدہ جہاں ہے۔ اور جس طرح کہ حقائقے انسان میں  
 تجلی فرما کر اور اس کا دیدہ ہو کر اپنے دیدہ سے خود کو مشاہدہ فرمایا  
 اسی طرح انسان جہاں میں پیدا ہو کر اور دیدہ جہاں ہو کر اپنے کو آپ  
 مفصلاً مشاہدہ کیا۔ اور جبکہ جو کہ ہے حقیقت میں سب ہستی حق ہے۔

اور اوس کے سوا کچھ نہیں ہے۔ فرمایا کہ

۱۴۳ چو نیکو نگرے در اصل این کار

ہموبیندہ ہم دیدہ است ویدار

۱۴۴ حدیث قدسی این معنی بیان کرد

فبی لسمع و بی یعبر عیاں کرد

لا يزال العبد يتقرب الى بالنوافل حتى آتته فلاذ اجته كنت سمعه

و بصرة و لسانه و يده و رجليه فبي لسمع و بي بصرو بي ينطق و بي بطش

و بی ہمیشی یعنی ہمیشہ بندہ مجھ سے ساتھ نوافل کے نزدیک ہوتا ہے۔

نوافل سے مراد طاعات و عبادات نافلہ میں۔ یہاں تک کہ میں اوسکو

دوست رکھتا ہوں۔ جب اوسکو دوست رکھتا ہوں تو اوس کے کان

اوسکی آنکھ۔ اوس کی زبان۔ اوس کا ہاتھ۔ اور اوس کا پاؤں بوجھاتا

پس مجھ سے سنتا۔ مجھ سے دیکھتا۔ مجھ سے کہتا۔ مجھ سے پکڑتا۔ مجھ سے

چلتا ہے۔ شاعر نے کیا خوب کہا۔

۱۴۵ میں سعادت ہر کر اور بر گرفت

ہر کر اور از خود بکلی و انرست

خود محبت فابغ از ما دوست

خاک پایش رافلک بر سر گرفت

ماندش در سے ازین دریا بدست

ہر کر اور او دوست خود را دشمن است

۱۴۵ جہاں را سر بسر چوں آئینہ داں

بہر یک ذرہ دروے ہر تاباں

جان کہ عالم من حیث المجموع مثل آئینہ ہے۔ حق تعالیٰ تمامی وجوہ

اسما تفصیل سے اوس میں دکھلایا ہے۔ اور پھر ہر ذرہ اس عالم سے ایک آئینہ ہے کہ حقائق اے اون وجوہ اسما میں سے ساتھ ایک وجہ کے اوس میں منعکس ہوا ہے کیونکہ ہر ذرہ صورت ایک اسم کی اسما الہیہ سے ہے کہ وجہ اوس اسم کی اوس صورت میں ظاہر ہے اور یہ معلوم ہے کہ ہر ایک اسم اسما جزوی سے ہو یا کلی سے متصف جمیع اسما سے ہے اس لئے کہ تمام اسما ذات احدیت سے متحد ہیں۔ اور ایک دوسرے سے بسبب خصوصیات صفات و نسب کے ممتاز ہیں۔ اور صفات و نسب بالقوة لازم ذات ہیں اور ذات سے منعکس نہیں ہو سکتے ہیں۔ پس ہر ایک چیز میں تمام چیز ہوگی جس طرح ایک چیز میں تمام موجودات حقیقت میں ہیں۔ لیکن اوسکاتین مانع ظہور ہے۔ اسکو سر تجلیات کہتے ہیں۔ کہ عارف ہر شے میں تمام اشیا کا مشاہدہ کرتا ہے۔

۱۴۶ اگر ایک قطرہ را دل بر شگانی

بروں آید از و صد بحر صافی

یعنی اگر ایک قطرہ کا دل بھی چیرا جاوے۔ اور جو کچھ اس کے باطن میں مخفی ہے ظاہر ہووے۔ اور تعین قطرہ اوٹھے۔ اور اپنے قید خودی سے چھوٹے باوجود اس کے کہ وہ قطرہ ایک جزو صغیر ہے۔ سو صاف دریا بلکہ بے شمار نخل پڑیں۔ کیونکہ جو کچھ کدورت و نقص ہے تعین کا لازمہ ہے اور جب تعین نہما جسکو دیکھو صاف ہے

۱۴۷ بہر جزوی ز خاک اربنگرے راست

ہزاراں آدم اندر سے ہویدا است

یعنی خاک کے ہر جزو میں ہزاروں آدم پیدا و ظاہر ہے اور ہو سکتا ہے کہ فعل میں آئیں اس لئے کہ سب کی حقیقت ایک ہے۔ اور وہی ایک حقیقت تمام صورتوں میں موافق تفاوت قابلیت و استعداد کے ظہور پائی ہے۔

۱۴۸ بہ اعضا پیشہ ہم چند پللیت

در اسما قطرہ مانند نیاست

یعنی مچھر کا چھوٹا وجود اور معانی کا بڑا۔ اعضا میں مثل ایک دوسرے کے ہے یعنی جو عضو معانی کو بے مچھر کو بھی ہے۔ اور قطرہ کو نسبت نیل سے یہ ہے کہ دونوں کو پانی کہتے ہیں۔ یہ اس سر کے طرف اشارہ ہے کہ تمام اشیاء کی حقیقت جس سے ہے وہ ایک چیز ہے۔

۱۴۹ دروں جبہ صد خرمین آمد

چہانے در دل یک ارزن آمد

۱۵۰ بہ پریشہ در جاے جانے

دروں نقطہ چشم آسمانے

یہ سب اس وقت ظاہر ہوتا ہے کہ قید تعین سے خلاصی پائے۔

۱۵۱ بدان خسروی کہ آمد جبہ دل

خداوند دو عالم راست منزل

جسے دل وہ نقطہ خون سیاہ ہے کہ اصل حیات ہے۔ اور اسی سے حیات و فیض تمام اعضا کو پہنچتا ہے۔ اور باوجود اس خوردی کے محل ظہور غفلت حق ہے۔ اور ہر ایک مرتبہ مراتب وجود سے صرف دل انسان کامل ہی میں سما یا ہے جس طرح نہ لیسعی کی حدیث میں آیا ہے

۱۵۲ درود جمع گشتہ ہر دو عالم

گئے ابلیس گرد گاہ آدم

جبکہ دل انسان منظر جمعیت الہیہ بنے۔ اور حقایق مراتب ظاہر و باطن کہ جس سے مراد ہر دو عالم ہے دل انسان میں جمع ہوئے ہیں۔ کبھی قلبہ اسمائے جلال سے ابلیس ہوتا ہے اور ایک وقت بمقتضائے اسماء جمالی کے آدم ہوتا ہے لیکن ہر حال کو جلال ہے۔ اور ہر جلال کے پیچھے جلال ہے جس طرح فرمایا۔

۱۵۳ بہ میں عالم ہمہ در ہم سررشتہ

ملک در دیو و شیطان در فرشتہ

یعنی دیو کے ساتھ فرشتہ ہے کیونکہ ہر چیز کے ہمراہ فرشتہ ہے اور فرشتہ میں شیطان ہے جس طرح آسمان پر شیطان فرشتوں کے ساتھ تھا۔ ارض عالم میں آفاق و انفس عقل و نفس روح و طبیعت کہ سب ایک دوسرے پر مترتب ہیں اس لئے فرمایا۔

۱۵۴ ہمہ باہم ہم چون دانہ و بر

زکافر مومن و مومن زکافر

یعنی جسطرح مقصود و تخم سے نفع اور پھل ہے۔ اسیطرح خیر و شر مومن و کافر باہم ملے ہوئے ہیں۔ اور سبب کمال ایک دوسرے کے ہیں۔

۱۵۵ ہم جسبع آمدہ در نقطہ خال

ہمسہ دور زمان روزومہ وسال

یعنی نقطہ خال کہ مراد حضرت الہیہ سے ہے بسبب امتداد معنوی کے کہ ظہور میں اوس حضرت کے ملاحظہ کرتے ہیں اوسکو وقت و ایام کہتے ہیں اور کسب مرتبہ کے نہایت غیب مطلق ہے۔ اوس کے آثار احکام ظہور شہادت میں اور خروج قوت سے فعل میں کہ جس سے مراد ماضی مستقبل ہے ایک جاے ایک ہی دفعہ میں بے ملاحظہ تقدم و تاخر کے اوس نقطہ خال میں حاضر و جمع ہیں۔

۱۵۶ ازل عین ابدانست باہم

نزول عینے و ایجاد عالم

یعنی حضرت الہیہ میں ازل و ابد کہ مراد اولیت و آخریت اشیا موجودہ سے بے ملے ہوئے ہیں۔ اور اوس کے علم میں برابر ہیں۔ ایجاد عالم اور نزول عین باہم معلومیت الہی کے لحاظ سے ایک ہیں۔

۱۵۷ نہر یک نقطہ زین دور سلسل

ہزاراں شکل میگرد و شکل

دور سے مراد حرکت کو کب ہے کہ مبداء معین سے ایک خاص حرکت ہو کر پھر اسی مبداء کو پہنچ جانا۔ اور دور مسلسل سے جو دائرہ میں حرکت



دوری سے جو صورت وجود پیدا ہوتی ہے مراد ہے۔ یعنی اس ذرہ مسلسل نے بمقتضائے ظہور و اظہار اس شیونہات مختلفہ غیر متناہیہ کے مرتبہ علم سے عین میں آتے ہیں۔ اور پھر اپنے اصل کے طرف عود کرتے ہیں

۱۵۸ ذرہ یک نقطہ دوری گشتہ و ایر

ہمو مرکز ہمو دور دور سایر

یعنی تمام اشیا و اسما سے و ایر میں اور اسما ایک ذات سے۔ پس البتہ ان دو ایر غیر متناہیہ کامرکز۔ اور اس تمام دو ایر کے دور میں سایر وہی ہے سوائے اس کے کوئی موجود حقیقت میں نہیں۔

۱۵۹ اگر یک ذرہ برابر گیری از جاے

خلل یا بدبہ عالم سراپاے

یعنی مجموعہ اجزا عالم حکمت کا لست اس ترتیب پر واقع ہے کہ ایک ذرہ بھی اوس کی جاے سے علیحدہ کریں وہ وضع نہ ہے۔ اور ترتیب عالم جو واقع ہوئی ہے مختل ہو جاے اور تمام علم میں خلل آ جاے۔

۱۶۰ ہمہ گزشتہ و یک جزو ازیشاں

بروں نہسادہ پا از حد امکان

یعنی تمام عالم گزشتہ وجوہاں اوس حقیقی مقصد کا ہے۔ اور اجزا عالم سے ایک جزو وجود اون کے صورتوں میں حقیقتہ الحقایق ظاہر ہونیکے حد امکان سے پاؤں باہر نہیں رکھ سکتا۔ اور قید امکانیہ میں محسوس ہے

۱۶۱ نقبین ہر یکے را کردہ محسوس



اور نفسِ رحمانی مقامِ ہستی میں آرام و سکون ہے۔ اور کوئی شخص نہیں جانتا ہے کہ ان مراتب کی ابتدا کب ہوئی۔ اور نہایت کب ہوگی۔

۱۶۴ ہمہ از ذات خود پیوستہ آگاہ

وز انجا را ہر دہ تا بدر گاہ

جب حقائقِ الجبجیب اشیا و اعیان کے متجلی بنے۔ اور علم و حیات لازم ذاتِ الہی ہے۔ جہاں لزوم ہو گا البتہ لازم بھی ہو گا۔ یعنی تمام عالم اپنے ذات سے بقوۃ یا بفعل آگاہ ہے۔ تو اب درگاہِ حضرت الہیہ تک۔ راہ پاسکتے ہیں کیونکہ ذات حق بھی سب کے صورتوں میں متجلی و ظاہر ہے۔

۱۶۵ بزیر پردہ ہر ذرہ نپساں

جمال جاں نزاے روئے جانا

یہ بات عجایب شیوناتِ الہی سے ہے کہ عین ظہور میں مخفی اور عین خفا میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور تعینات و شخصیات اس جمال کے پردہ میں

۱۶۶ قاعدہ تو از عالم ہمیں نامے شنیدی

تمیثیل ۱۶۶ بسیار کو کہ از عالم چو دیدی

۱۶۷ چہ دانستی ز صورت یا ز معنی

کہ امست آخرت چو نست دینی

یعنی عالمت تو یہی ایک لفظ مراد سمجھا ہے۔ بلکہ عوالم غیر محسوس بہت ہیں اور دنیا اس عالمت مراد ہے کہ نفس انسانی جس میں

بدن سے متعلق ہے اور جو اسطہ آلات بدنی کے اخلاق و اعمال سے  
جنات سے حاصل کرتا ہے۔ اور آخرت وہ عالم ہے کہ بدن کی مفارقت  
کے بعد اس جگہ ان اخلاق و اعمال کا بدلہ لینگا۔

۱۶۸ بجو کہ سمرغ و کوہ قاف چہ بود

بہشت و دوزخ و اعراف چہ بود

جاننا چاہئے کہ سمرغ حقیقت انسانی سے مراد ہے کہ حقیقاً ساتھ  
تمامی اسما و صفات کے معنی و ظاہر ہے جس طرح کہ لوگ کہتے ہیں کہ کوہ قاف  
تمام عالم کو محیط ہے اس طرح حقیقت انسانی تمام حقانیت عالم کو شامل ہے  
اور اس طرح بہشت و دوزخ کے بھی مظاہر تمام عالم میں ہیں۔ کیونکہ ان کے  
اعیان کی صورت علیہ ہیں۔ علم الہی میں ہیں۔ اور عالم روحانی میں وجود  
جسمانی سے پہلے بھی اونکا وجود تھا۔ اور اس دار دنیا میں بھی اون کے  
وجود کی ثبوت کے لئے یہ حدیث ہے۔ **الَّذِينَ آمَنُوا مِنَّا**  
**وَجَنَّتْ أُنْكَافِرًا** اور اونکا وجود کا برزخ مشالی میں ہونے کے لئے یہ  
دلیل ہے۔ **الْقَبْرِ رُوضَةً مِّن رِّيَاضِ الْجَنَّةِ**۔ **أَوْ حَقْرَةً مِّنْ حَقَرِ النَّبْرِ**  
اور عالم انسانی میں جو سب کا منتخب ہے وہاں بھی اونکا وجود ہے اس لئے  
کہ مرتبہ روح اور اس کے کمالات عین لغیر جنبت ہے اور مقام نفس ہوا  
ذات جہم ہے۔ اور اون کے مرتبوں کا آخر مظاہر دار آخرت ہے جو عالم  
جہلے کا ہے۔ اور اعراف مرتبہ سابقوں کا ہے۔

۱۶۹ کد امست آنجہاں کو نیست پیدا

ذاتوں کی تہذیب و تمدن  
اور کائنات و مخلوق  
کی تہذیب و تمدن  
اور ان کے ارتقاء و ترقی

کے بعد

کہ یک روزش ہو دیک سال اینجا

یعنی ایک روز عالم برزخ کا یہاں کا ایک سال ہے۔ اور ایک روز عالم ربوبیت کا ہزار سال ہے جس طرح کہ فرمایا اِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مَّا تَعُدُّوْنَ اور ایک روز عالم الوہیت کا پچاس ہزار سال کا ہے۔ تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ اِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِيْنَ اَلْفِ سِنَةٍ یعنی جس قدر کثافت کتر ہوتی ملاحظہ بعد در میان مبدأ و معاد۔ اور انزل و ابد کے کتر ہوتی ہے۔ اور ظہور علم و انکشاف معلومات و حقایق امور زیادہ ہے۔

۱۵۰۔ ہیں جو وہاں آخر کہ دیدی  
نہ مالا تبصرون آخر شنیدی

یعنی یہی عالم شہادت محسوس نہیں ہے جو تو دیکھتا ہے۔ بلکہ دوسرا عالم اور اک حواس سے بالاتر ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ  
فَلَا اَقْسَمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ وَاَمَّا لَا تُبْصِرُوْنَ۔

۱۵۱۔ سیا بنا کہ جا بلقا کہ امست  
جہاں شہر جا بلسا چہ نامست

جا بلقا بڑا شہر ایک مشرق میں ہے۔ اور ایک بڑا شہر جا بلسا بھی جا بلقا کے مقابلہ میں مغرب میں ہے۔ اہل تاویل کے پاس جا بلقا عالم مثال ہے کہ جانب مشرق ارواح کے واقع ہے جو برزخ ہے در میان میں غیب و شہادت کے۔ اور صورت عالم پرستل ہے۔ اور

خدا کی پستی کا اکتان  
تباہی ہزار بندوں کے  
۱۲۔  
بہشت اور راج اور سکی  
طرف اسد ان چہتے  
موت کے کہ جسکی عجزی  
پچاس ہزار ہوس کی کہ

۱۲۔  
پہاں جسکو تم کہتے ہو  
اور جسکو تم نہیں کہتے  
میں اولیٰ تم کہتا ہوں

جا بلسا عالم شمال اور عالم برنخ ہے کہ ارواح بعد مفارقت نشہ وینویہ کے اوس جاے میں رہینگے۔ اور یہ برنخ جانب مغرب اجسام کے واقع ہے اکثر لوگوں نے یہ سمجھا ہے کہ یہ دونوں برنخ ایک ہیں۔ لیکن جانتا چاہئے کہ دونوں برنخ علیحدہ علیحدہ ہیں۔ کیونکہ جو صورتیں ارواح کو برنخ آخر میں لاحق ہوتے ہیں وہ صورتیں اعمال نسیج اخلاق و افعال ملکات کے ہیں جو نشاہ دنیاوی میں حاصل ہوئے تھے بخلاف برنخ اول کی صورتوں کے۔ لیکن وہ دونوں عالم روحانی میں اور جو ہر نورانی غیر مادی ہونے میں ایک ہیں۔ اور جب ہر عالم کو مشرق و مغرب ہے بلکہ ہر مرتبہ اور ہر فرد کو افراد موجودہ سے مشرق و مغرب ہے اس لئے فرمایا۔

۱۴۲ مشارق با مغارب ہم بیندیش

چو این عالم ندارد از یکے بیش

شیخ فرماتے ہیں کہ مشارق و مغارب میں تامل کر کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فَلَا أُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ جمع ہے حالانکہ اس عالم میں محسوس صرف ایک مشرق اور ایک مغرب ہے اسی سے معلوم ہوا کہ عالم اسی عالم ظاہر میں منحصر نہیں ہے۔ بلکہ عالم لطیف غیر محسوس میں۔

۱۴۳ بیان مشاہدین از ابن عباس

شنو پس خویش تن را نیک بشناس

۱۔ میں نے مشرقوں اور مغربوں کے ایک ہی عالم میں مشاہدات کی تھیں

سلطان المفسرین ابن عباس فرماتے ہیں کہ اگر میں اس قول الہی کی تفسیر بیان کروں تو مجھے تم رجم کر دو گے اور کا فر کہو گے وہ آیت یہ ہے۔ **اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ مَتَابَعِ السَّمَاوَاتِ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ سِتِّيزِلُّ الْأَمْوَاتُ بَيْنَهُنَّ**۔

۱۵۴ تو در خوابی و این دیدن خیال است

ہر آنچہ دیدہ اندوے مثال است

ہیے کہ کوئی شخص چند صورتیں خواب میں دیکھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ محقق الوجود ہیں۔ اور یہ سمجھتا ہے کہ صور خیالیہ میں جو خارج میں وجود نہیں رکھتے ہیں۔ اسیطرن تو عالم کو وجود حقیقی جانتا ہے اور خواب غفلت میں ہے حالانکہ جو تو دیکھتا ہے حقیقت میں عکس و مثال وجود حق ہے۔ اعیان ممکنہ کے آئینہ سے نمودار ہوا ہے۔ حق کے سوا دوسرے کو وجود ہی نہیں ہے

این نقشہ ہائے بہت سراسر نمایش است

عالم مثال ذات و ظلال صفات است

اندرا نظر جو صورت بسیار آمدہ

نقش زوئی جو صورت پندار آمدہ

۱۵۵ بصر حشر کر دہی چون تو بیدار

بدانی کاں ہمہ و ہماست پندار

یعنی جب بصر حشر ہوگی اور خواب غفلت سے تو بیدار ہوگا تو تعینات و کثرت نظر سے اٹھ جائیگی اور وہ جو کہ متفرق تھا مجتمع ہو جاوے گا۔ توحید ظاہر ہو جاوے گی۔ اسوقت سمجھے گا کہ وجود واحد بہ سبب کثرت مظاہر کے کثیر نظر آتا تھا۔

۱۵۶ چو بر خیزد خیال از چشم احوال

نقشہ ہی تو ہے جس نے  
سات آسمان بیدار کے  
اور اون ہی کا طرح  
نہیں ان میں احکام ہزار  
ہوئے رہتے ہیں۔ ۱۵۴

زمین و آسماں گرد و مبدل

یعنی صبح حشر سے مراد وصول سالک کا مقام توحید تک ہے کہ کوئین اوس کے نظریں بسبب نور وحدانیت کے محو و منطس ہوتا ہے اور خیال ختم احوال جو ایک کو دو دیکھتا تھا نظر سے اٹھ جاتا ہے اور یقیناً سمجھتا ہے کہ وجود حق تعالیٰ کیلئے ہے اور خیال ہم و پندار اور زمین و آسماں مبدل ہوئے ہیں یعنی وہ خیال کہ خواب غفلت میں دیکھتا تھا جو غیرت ہے بسبب صبح حشر کے تمام عنایت ہو جاتی ہے۔

۱۷۷ جو خورشید عیاں بنا بدت چہر  
منسا نوزنا عید و مہر و مہر

یعنی تجلی ذات احدی جو خورشید عیاں ہے آئینہ قلب سلیم سالک حق میں رخ دکھاوے تو اس کے چمک کے سامنے نوز زہرہ و ماہ و آفتاب ظلمت آباد عدم کی راہ لیں  
اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَ اِذَا النُّجُومُ اُنْكَرَتْ كُوْنِي نُوْرًا و جو خیالی محاذی مکانات کا جو نظر آتا تھا تاب نور تجلی ذات الہی میں محو مطلق ہووے۔ اور بسبب ظہور حق بصفہ اطلاق کے قیامت قیام ہووے۔ دوسروں کے لئے جو اودھار ہے اس کیلئے نقابت۔

اس جگہ صبح حشر کا  
اور دیکھتا ہے

ہر کہ گوید کو قیامت اسے صنم	خوشین بنا قیامت یک صنم
ایں قیامت زان قیامت کے کم ات	اس قیامت زخم دین چوں مر مہ ات

۱۷۸ نسد بحجاب ازاں در سنگ خارہ

شو و چہل پشم رنگیں پارہ پارہ  
یعنی وہ نور تجلی ذات جو خورشید عیاں ہے سخت پتھر پر خواہ وہ کوہ آغا



ہوں یا انفسی یہ دونوں اس کے ہیبت سے مانند رنگین روی  
 کے پارہ پارہ ہو جاویں گے اور محو و تلاشی ہونگے و کون انجبال  
 كَالْعَيْنِ الْمَنفُوشِ۔

۱۷۹ بجن اکنوں کہ کردن می توانی

چو نتوانی چہ سود انگہ کہ دانی

یعنی جو کچھ کرنا ہے اب کر اور کسی پیر کا مل کے دامن کو پکڑ لے  
 اور اپنے اختیار کو اس کے اختیار میں محو کر جیسے میت غسل  
 کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اور ہمیشہ متوجہ سو می حق ہو اور عادت  
 صدق عادات افعال کے کر اور مشقیات و لذات انسانی  
 سے اعراض کر۔ اور نفس کو زایل اخلاق و تقایص اعمال سے  
 پاک کر۔ اور ساتھ طاغوت بدنی کے بمقتضا شرح شریف  
 مشغول ہو۔ اور افراط و تفریط سے بچتا رہ۔ اور جو چیز کہ  
 مانع توجہ بجانب حق ہو اس سے بالکل منہ پھیر لے۔ اور قلت  
 کلام و طعام و منام کو اپنا شعار بنا۔ اور ایک قدم اپنے پیر کے  
 امر سے باہر نہ کہ۔ جب یہ مقدمات اور اسباب مرتب ہونگے  
 دل سا لگ کہ جام جہاں نما سے حق ہے ساتھ نور قدس و  
 طہارت کے روشن ہو گا اور رنگ طبیعت سے مصفا ہو گا  
 اور جب عالم سفلی ظلماتی سے قطع تعلق کرے گا۔ اوسکی روح عالم  
 علوی طرف پرواز کریگی۔ اور آسمان و عرش کے طرف عروج ہو گا

اور پیر کا مل کے دامن کو پکڑ لے  
 اور اپنے اختیار کو اس کے اختیار میں محو کر جیسے میت غسل

اور روحانیہ و ملائکہ سے مناسبت پیدا ہوگی۔ اور انوار الہی اس کے پاروں میں چکنے لگینگے اور اسی دیدہ باطن سرملقات ایسی جو غایت مقاصد و نہایت مرام ہے حاصل ہوگی۔ یعنی ابھی قوت بدنی جو استقامت و تحقیق اس مطلوب کا ہے جس میں نفع نہیں آیا ہے سلوک و ریاضت ہو سکتی ہے اور تجھے یہ کمالات حاصل ہو سکتے ہیں ورنہ کچھ بھی حاصل نہیں۔

۱۸۰ چہ می گویم حدیث عالم دل  
ترا سے سر نشیب و پاس و رطل

یعنی حدیث عالم دل کہ عروج سو سے عوالم لطیفہ ہے اور مشاہدہ انوار تجلیات الہی ہے میں تجرتے کیا بیان کروں۔ چونکہ تو اپنا سر مراتب کمالات قلبی و روحی سے نیچے کر کے انفسال الشانیین کے طبیعت کے طرف جھکایا ہے۔ اور پاؤں تیرا سیر و سلوک کا لذات جسمانی و مشہیات نفسانی کے کچھڑ میں پھس گیا ہے اور تو حصول مال و جاہ میں مقید ہو گیا ہے۔ اور اور اک کمالات معنوی سے کہ لذات ابدی ہے باکھل محروم ہے۔

۱۸۱ جہان آن تو و تو ماندہ عاجز  
ز تو محروم تر کس دیدہ ہرگز

یعنی تمام جہان تیرے لئے پیدا ہوئی ہے اور تجھے اپنے معرفت کے لئے پیدا فرمایا ہے جس طرح

حدیث قدسی میں آیا ہے۔ یا ابنِ آدمَ خَلَقْتُ الْإِنْسَانَ  
كَلِمًا لَا جَلَدَ لَكَ وَخَلَقْتُكَ لَا جَانِي

۱۸۲ چو محسوساں بیک منزل نشسته

بدست عجب ز پائے خویش بسته

۱۸۳ نشستی چون زناں در کوئے اوبار

نمیداری ز جہل خویش تن غار

یعنی ہوائے نفس میں تو گرفتار ہے۔ اور سلوک کو

طے نہیں کرتا اور ظاہری صورت دیو پر مشتمل

عورتوں کے مرتابن اور تو اپنے جہالت سے نہیں نکلتا

۱۸۴ دلیران جہاں آغشته در خون

تو سر پوشیدہ بھی پائے بیرون

یعنی طالبِ قرب مولے جو سالک راہِ طریقت ہیں

اپنی شجاعت و دلیری سے نفسِ امارہ کا ہمیشہ مقابلہ

کر رہے ہیں اور اس لڑائی میں اپنے دل کا خون جگر

کھا رہے ہیں۔ اور تو پردہٴ تقلید سر پر ڈال کر عورتوں کے

مانندِ طعن و ہوا کے گھر میں بیٹھا ہوا ہے اور ہمت کا

پاؤں میدانِ طلب میں نہیں رکھتا۔

۱۸۵ چہ کردی ہنم از میں دین العجایز

کہ بر خود جہلِ میداری تو جایز

یہ حدیث قدسی ہے  
اور اس میں ہے کہ  
جو انسان کو  
خویش بنانے کے لیے  
جو جہل بنانے کے لیے

یعنی تو اس حدیث سے یہ سمجھا ہوا ہے کہ جب سطح بوڑھیاں  
تفکر و استدلال مسرت میں نہیں کرتے ہیں سمجھے بھی چاہئے  
کہ طلب مسرت یقینی کرے حالانکہ حدیث کے یہ معنی  
ہیں کہ تمام احکام شرعیہ مامورات و منہیات میں  
کہ دین جس سے عبارت ہے چاہئے کہ بطریق  
افتیاد و متابعت مانند بوڑھیوں کے رہے اور عقل  
و ہوا و نفس کو اس میں دخل نہ دیں اور بے ضرورت  
کوئی تاویل خلاف ظاہر نہ کرے۔

۱۸۶ زماناں چوں ناقصاں عقل و دیند

چسرامداں رہ ایشاں گزیند

اس لئے کہ خود حدیث میں آیا ہے کہ هُنَّ نَاقِصَاتُ  
الْعَقْلِ وَالذِّیْنِ یعنی عورتیں عقل و دین میں ناقص  
ہیں۔ تو پھر کس طرح ہو گا کہ ہم بوڑھیوں کے تابع رہیں۔  
بلکہ اتباع سے مراد عدم تاویل ہے اور جو عقل  
میں نہ آوے اس میں خود کو اور اس حقیقت سے قاصر  
سمجھیں کیونکہ کمال معرفت اس سے اعلیٰ ہے کہ اس  
کے حقانین کو ہر شخص پاسکے

۱۸۷ اگر مردی برون آئی سفر کن

ہر آنچہ آید بہ پیشت زان گذر کن

## ضمائرِ اربابِ بصائر پر مخفی نر ہے کہ

یہاں تک شرحِ ابیات کا ترجمہ ختم ہو گیا۔ اب حسبِ وعدہ مندرجہ دینا  
تمتہ ابیات کا درج کرنا غور کر میں اس لئے بغیر ضروری سمجھا گیا کہ اصل  
کتاب نایاب نہیں ہے اور اہل مطبع نے کافی اجرت لینے کے علاوہ انعام  
و اکرام کا متوقع کر نیکیے بعد بھی نہایت دق کر دیا ہے۔

ہزار ہا روپیوں کی محنت اور ایک مشت صد بار و پیرہ کا صرفہ اور اہل مطابع کے  
نغمہ سراہوں کو گوارا کرنے کے قطع نظر خواہشمندوں کی یہ کمال قدمدانی  
ہے کہ کوئی خرید کرنا تو خیر مفت دیں تو باپس خاطر لے لیتے ہیں مگر مطالعہ کو  
فرست نہیں ملتی موسم میں بار بار آم شریفہ موز خربزہ و پیر وغیرہ کے  
خریدنے میں درلغ نہیں ہاں البتہ ایک مرتبہ خریدی کتاب میں نام ہے

۵ ہر کسی کا شغل میں دنیا کے دل

روز و شب اور ہر گھڑی ہے مشتعل

دین کے کاموں میں ہے ہر کوئی سُست

ہزل کے باتوں میں ہے چالاک و چست

پر نہیں امید اس سے اس قدر

کہ پڑے کچھ شوق سے یہ مختصر

بہر حال اس کی معافی چاہی جاتی ہے اور سہو کتابت کی بھی۔ فقط

تیسرا











ج-۱

۸۹۵۵۱۳۵

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار  
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی  
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔

۱۹/۶/۲۱





